برصغیر میں تفسیر قرآن کا کلامی اسلوب

محمد ارشد ☆

کلامی تفسیر- آغاز و ارتقاء

دوسری صدی ہجری میں جب یونان، اسکندریہ اور فارس و ہند کے علمی ذخیرے عربی زبان میں منتقل ہوئے[۱] اورعباسی خلفاء و امراء کی سرپرستی میں منعقد ہونے والی مجالس مناظرہ میں مختلف مذاہب وملل کے پیروکاروں کو دینی وعلمی موضوعات پر بحث ونظر کی آزادی دی گئی تو مجوسی اور یہودی و مسیحی علماء اور زندیق و ملحد گروہوں نے اسلامی عقائد و تعلیمات، پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کی نبوت و رسالت اور قرآن حکیم کی حقانیت کے بارے میں شبہات کا اظہار کیا اور بڑی بے باکی سے ان پر طرح طرح کے اعتراضات وارد کئے۔ جس کی بدولت ضعیف العقیدہ افراد کے اعتقادات متزلزل ہونا شروع ہوگئے۔[۲] معاندین اسلام کی طرف سے درپیش اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کے لیے دینی مفکرین کے ایک گروہ ''معتزلہ'' (جو مختلف مذاہب وملل کے پیروکاروں سے مناظروں اور مباحثوں میں پیش پیش تھے اور ان کے اعتراضات کا جواب عقلی انداز سے دیا کرتے تھے) نے یونانی فلسفہ ومنطق میں مہارت حاصل کرکے ''علم کلام'' ایجاد کیا۔ معتزلہ نے اس نئے حربے (علم کلام) سے کام لے کر دین اسلام کا بھرپور دفاع کیا اور مخالفین کی طرف سے اسلامی عقائدوتعلیمات اور قرآن حکیم پر وارد کیے جانے والے اعتراضات کی مؤثر طور پر تردید کی۔[۳] تاہم یونانی فلسفہ و منطق سے حد سے بڑھے ہوئے انہماک کی وجہ سے خود معتزلہ پر عقلیت (rationalism) کا غلبہ ہوگیاتھا، چنانچہ انہوں نے دینی عقائد کی عقلی توجیہ کو ضروری قرار دینے کے علاوہ خیرو شر اور حسن و قبح کی معرفت کے لیے بھی عقل ہی کو معیار ٹھہرایا۔ معتزلہ نے اپنے عقائد و خیالات کے اثبات کے لیے احادیث و روایات کو نظر انداز کرتے ہوئے خالص عقل اور یونانی فلسفہ ومنطق کی روشنی میں قرآن کریم کی تفسیر وتشریح کی طرح ڈالی اور غیبی دینی حقائق کے متعلق وارد شدہ آیات کی توجیہ میں دور ازکار تأویلات سے کام لیا۔ نتیجتاً انہوں نے صفات الٰہیہ، رؤیت باری، ملائکہ ، میزان، حوض، جوج ماجوج، دجال، معجزات و کرامات

☆ مدیر، اُردو معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب (علامہ اقبال کیمپس) لاہور۔

اور جزا و سزا کا انکار کردیا اور قرآن حکیم کو مخلوق و حادث قرار دیا۔(۴)

معتزلہ نے اپنے عقائد و خیالات کے اثبات اور مخالفین کے نقطۂ ہائے نظر کی تردید میں کثیر تعداد میں کتب کے علاوہ کلامی طرز پر متعدد تفاسیر بھی تصنیف کیں۔(۵) معتزلی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ان مفسرین میں سے ابو مسلم الاصفہانی (م ۳۲۳ھ) کی تصنیف "جامع التأويل لمحكم التنزيل"،(۶) قاضی عبدالجبار الہمدانی (م۴۱۵ھ) کی "تنزيه القرآن عن المطاعن"،(۷) الشریف المرتضٰی کی "امالی"،(۸) اور ابو القاسم محمود بن عمر جاراللہ الزمخشری (۴۷۶۔۵۳۸ھ) کی "الكشاف عن حقائق التنزيل و عيون الأقاويل في وجوه التأويل" بہت مشہور و معروف ہیں۔ علامہ الزمخشری کی "الکشاف" معتزلی مکتب فکر کی وہ اہم تفسیر ہے، جس نے فکر اسلامی پر بڑے دور رس اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس تفسیر کو عربی زبان و ادب میں بھی ممتاز مقام حاصل ہے۔(۹)

متکلمین احناف کے پیش رو اور امام ابو منصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ/۹۴۴ء) نے معتزلہ اور دیگر فرقوں بالخصوص روافض و قرامطہ کے اعتقادات کی تردید اور عقائد اہلسنت کے اثبات کی غرض سے بڑی فاضلانہ کتب تصنیف کیں۔(۱۰) ان کی کتاب "تأويلات اهل السنة"(۱۱) کلامی طرز کی ایک جلیل القدر تفسیر ہے۔ اس تفسیر میں آیات قرآنی اور آثار نبوی کی روشنی میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے عقائد کی تشریح کی گئی ہے اور احکام شرعیہ کے اسرار و حِکَم (عقلی انداز میں) بیان کیے گئے ہیں۔(۱۲)

کلامی طرز کی سب سے جامع اور مبسوط تفسیر امام فخرالدین رازی (۵۴۴ھ۔۶۰۶ھ) کی تصنیف "مفاتيح الغيب" المعروف بہ "تفسیر کبیر" ہے۔ اس تفسیر میں معتزلہ اور دیگر فرقوں کے عقائد کی تردید کے علاوہ فلاسفہ کے ان مسائل پر نقد کیا گیا ہے جو عقائد اسلام کے خلاف تھے۔ امام رازی نے امام غزالیؒ کی تقلید میں اپنی دیگر تصانیف کی طرح اس تفسیر میں بھی فلسفہ اور کلام کو یکجا کردیا ہے۔(۱۳)

ان تفاسیر کے علاوہ علامہ بیضاوی (م ۶۹۱ھ/۶۸۵ھ) کی تفسیر "انوار التنزيل و اسرار التأويل"،(۱۴)، نظام الدین نیشاپوری (م ۷۲۸ھ) کی "غرائب القرآن و رغائب الفرقان"،(۱۵) اور سید محمود آلوسی (۱۲۱۷ھ۔۱۲۷۰ھ) کی "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" میں جابجا کلامی مسائل پر تفصیلی مباحث موجود ہیں۔(۱۶) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (۶۶۱۔۷۲۸ھ)(۱۷) نے اگرچہ قرآن مجید کی کوئی مکمل تفسیر نہیں لکھی، تاہم ان کی کتب و رسائل اور فتاوٰی میں قرآن مجید کی بہت سی آیات اور کئی سورتوں کی مکمل تفسیر موجود ہے۔ امام موصوف نے قرآن حکیم کی مختلف آیات اور سورتوں کی تفسیر میں توحید ربوبیت و توحید الوہیت کی توضیح انتہائی عمدہ طور سے کی ہے اور صفات الٰہیہ

کے باب میں فلاسفہ اور متکلمین کے خیالات پر شدید نقد کیا ہے۔[۱۸] امام ابن تیمیہ کے نامور شاگرد امام ابن القیم الجوزیۃ (۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء۔۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) نے بھی کوئی باقاعدہ تفسیر قرآن نہیں چھوڑی ہے، لیکن ان کی تحریروں میں قرآن مجید کی مختلف آیات کی شاندار تفسیر و تشریح ملتی ہے۔[۱۹] امام ابن القیم نے تفسیر آیات میں مسئلہ توحید اور صفات و اسماء الٰہی پر خوب تفصیل سے کلام کیا ہے۔ جابجا نبوت اور معاد کے اثبات پر اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور صفت عدالت سے استدلال کیا ہے، اور مختلف فرقوں کے عقائد پر خوب نقد کیا ہے۔ مزید برآں (اپنے عظیم المرتبت استاد کی طرح) فلاسفہ کے خیالات کا رد بھی کیا ہے۔[۲۰]

برصغیر میں کلامی تفسیری ادب

علم تفسیر برصغیر پاک وہند کے علماء کا ایک مرغوب اور پسندیدہ موضوع رہا ہے، چنانچہ اس فن پر انہوں نے عربی،[۲۱] فارسی،[۲۲] اردو[۲۳] اور دیگر زبانوں میں کثیر تعداد میں تصانیف، جن کا دائرہ کم و بیش تمام تفسیری اصناف تک وسیع ہے، رقم کی ہیں۔[۲۴-الف] علم تفسیر کی طرح علم کلام بھی ان کی دلچسپی کا خصوصی میدان رہا ہے۔[۲۴ب]

برصغیر میں علوم اسلامیہ بالخصوص ترجمہ و تفسیر قرآن اور علم کلام کی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۷۰۳۔۱۷۶۱ء) کے علمی و تجدیدی کارناموں کی بدولت ہوتا ہے۔[۲۵] اصول ترجمہ و تفسیر قرآن پر شاہ صاحب کے رسائل "**المقدمة فی قوانین الترجمه**"[۲۶] اور "**الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**"[۲۷] اور فارسی زبان میں قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیری حواشی "**فتح الرحمٰن بترجمة القرآن**"[۲۸] کی بدولت اردو میں قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے لیے مستحکم بنیاد فراہم ہوئی۔ شاہ صاحب نے علم کلام کو بھی ایک نئے اسلوب سے روشناس کرایا۔ ان کی گرانقدر تصنیف "**حجة الله البالغه**" جس میں احکام شرعیہ کی معقولیت اور دین اسلام کی معجزانہ نوعیت کو ثابت کرنے اور اس کی بابت مخالفین کے اعتراضات اور شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے "**علم الکلام**" کی تشکیل نو میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔[۲۹]

شاہ ولی اللہ کے ایک ممتاز شاگرد قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) نے فقہ، منطق اور علم العقائد و الکلام پر متعدد رسائل تحریر کرنے کے علاوہ عربی زبان میں قرآن حکیم کی ایک مبسوط اور جامع تفسیر بھی لکھی جو "تفسیر مظہری" کے نام سے مشہور ہے۔ اس تفسیر میں مصنف نے احادیث و آثار کا ایک کثیر ذخیرہ فراہم کرنے کے علاوہ علوم قرآن، تجوید، لغت و اشتقاق، فقہ و اصول فقہ اور

تصوف و سلوک جیسے موضوعات کے علاوہ عقائد و کلام اور فلسفہ سے تعلق رکھنے والے مسائل پر مفصل طور سے کلام کیا ہے۔ موصوف نے کلامی مسائل کی توضیح و تشریح کے ضمن میں مقدمین متکلمین میں سے ابو الحسن علی الاشعری (م۳۲۴ھ)، امام ابو منصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ)، امام الحرمین (م۴۷۸ھ)، امام ابو حامد الغزالی (۴۵۰۔۵۰۵ھ) اور علامہ سعد الدین التفتازانی (م۷۹۳ھ) کے اقوال و آراء کو نقل کرنے کا التزام کیا ہے اور ان پر تبصرہ بھی کیا ہے۔(۳۰) اٹھارہویں صدی میں ہندوستان میں رفض وتشیع کے بڑھتے ہوئے اثرات اور مشرکانہ عقائد و اعمال کا چیلنج خصوصی طور سے مصنف کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ انہوں نے علم عقائد وکلام کے موضوع پر اپنے رسائل کے علاوہ اپنی اس تفسیر میں بھی بدعتی فرقوں بالخصوص شیعہ کے اعتقادات کی تردید اور عقائد اہل السنّت کے اثبات کا خصوصی طور سے التزام کیا ہے۔(۳۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فارسی میں ترجمہ قرآن حکیم سے تحریک پاکر ان کے لائق فرزند و جانشین شاہ عبدالعزیز دہلوی (۱۱۵۹۔۱۲۳۹ھ)(۳۲) نے فارسی میں قرآن حکیم کی تفسیر المسمّٰی بہ "فتح العزیز" املاء کرائی۔(۳۳) شاہ عبدالعزیز نے اپنی اس تصنیف میں ایسے عقائد پر محققانہ کلام کیا ہے جن کی وجہ سے (بقول سید ابوالحسن علی ندوی) عوام کی ایک بڑی تعداد اس عہد میں فساد عقیدہ اور مشرکانہ اعمال و رسوم میں گرفتار تھی۔(۳۴) شاہ ولی اللہ کے دوسرے دو فرزندوں شاہ عبدالقادر (۱۷۵۳۔۱۸۱۴ء) نے اردو زبان میں موضح القرآن کے نام سے قرآن حکیم کا بامحاورہ ترجمہ کیا اور مختصر تفسیری حواشی تحریر کیے(۳۵) جبکہ شاہ رفیع الدین (۱۷۴۹۔۱۸۱۸ء) نے اردو ہی میں قرآن حکیم کا تحت اللفظ ترجمہ کیا۔(۳۶) ان دونوں تراجم نے اردو زبان میں قرآن حکیم کے تراجم و تفاسیر کے لیے راہ ہموار کر دی۔ چنانچہ ان تراجم کی اشاعت کے بعد برصغیر میں اردو تراجم و تفاسیر قرآن کا ایک سیلاب رواں ہو گیا، جن کی تعداد کا استقصاء ایک دشوار کام اور مستقل تحقیق کا طالب ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں انیسویں صدی کے ربع آخر اور اس کے مابعد دور میں منظر عام پر آنے والی کلامی تفاسیر کی تصنیف کے بنیادی محرکات برصغیر میں مسلم سلطنت کے سقوط اور انگریزی حکومت کے قیام و استحکام اور اس کے نتیجے میں ظہور میں آنے والے سیاسی، تہذیبی، معاشرتی اور فکری و نظریاتی مسائل و تحدیات (challenges) تھے۔ برطانوی نوآبادیاتی دور میں انگریز حکام کی طرف سے مسلمانوں سے سخت انتقام لیا گیا، انہیں اقتصادی، سماجی اور تعلیمی اعتبار سے تباہ و برباد کرنے کے علاوہ ان کے جذبہ جہاد و حریت کو سرد کرنے اور ان کے قلوب و اذہان سے اسلام کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے ہر ممکنہ تدابیر اختیار کی گئیں۔(۳۷) اس پر مستزاد یہ کہ حکومت کی طرف سے اس خطے

میں عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کا خوب اہتمام کیا گیا، اس امید میں کہ سیاسی و عسکری میدان میں شکست سے دوچار دین اسلام کے پیروکار مسیحیت قبول کرلیں گے۔ اس مقدس مشن میں عیسائی مشنریوں اور بعض مغربی جامعات کے اساتذہ کے علاوہ انگریز حاکم بھی شامل ہوگئے تھے۔ یہ لوگ اسلام کو علم و عقل اور تہذیب و تمدن کا دشمن اور ایک خونریز و جنگجو مذہب ثابت کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ مسیحی مبلغین و مستشرقین کے اس گروہ نے اسلامی عقائد و احکام، تہذیبی و معاشرتی اقدار اور بالخصوص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنی تنقید و ملامت کا ہدف بنالیا تھا،(۳۸) متحدہ صوبہ جات کے حاکم اعلیٰ سرولیم میور کی کتاب "The Life of Mahomet" اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان مغربی مبلغین و مستشرقین کے خیالات عالیہ کا ایک بہترین نمونہ ہے۔(۳۹) ان دو عوامل کے علاوہ ایک اور محرک جس نے برصغیر میں کلامی تفسیری ادب کے ارتقاء میں اہم کردار اداکیا وہ اس ملک میں انگریزی حکومت کے قیام کے بعد جدید عمرانی علوم اور سائنسی و فلسفیانہ افکارو خیالات کی اشاعت تھی۔ ان جدید علوم وافکار کے نفوذ و اثر کی بدولت مسلم معاشرے کے افراد، بالخصوص جو جدید علوم و افکار کی تحصیل میں لگ گئے تھے، کے قلوب و اذہان میں مذہبی حقائق کے بارے میں تشکیک و لاادریت نے سر اٹھایا۔ چنانچہ دینی عقائد و اصول کو عقل اور جدید مغربی علوم و افکار اور تہذیبی اقدار و معیارات کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔(۴۰) ذہنی وفکری انتشار کے اس دور میں ہندو احیائیت کی علم بردار تحریک ''آریہ سماج'' نے بھی اسلام کی حقانیت کو بڑے زور وشور سے چیلنج کیا۔ بانی تحریک سوامی دیانند سرسوتی (۱۸۲۷۔۱۸۸۳) اور اس کے پیروکاروں نے اسلام کی تردید میں کثیر تعداد میں کتب تصنیف کیں جن میں اسلامی عقائد و احکام اور قرآن حکیم کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر جارحانہ حملے کیے گئے۔(۴۱)

ایک اور چیلنج جو اس دور میں برصغیر کے مسلمانوں کو درپیش آیا اور جو اپنی سنگینی و ہلاکت آفرینی میں دیگر تمام تحدیات (challenges) سے بڑھا ہوا تھا وہ ایک نئی نبوت کا ظہور تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۸۔۱۹۰۸ء) جو ایک تبلیغی اور دعوتی و اصلاحی تحریک کے ساتھ منظر عام پر آیا تھا، نے نبوت کا دعویٰ کردیا۔ مرزا صاحب نے دین اسلام اور اُمت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ و السلام کے متوازی ایک نئے مذہب و ملت کی بناء ڈالی اور ایک مستقل نبی اور صاحب شریعت ہونے کا دعویدار ہونے کی حیثیت سے امت محمدیہ کے ان تمام افراد کی تکفیر کی جو ان کی نبوت جدیدہ پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے جہاد کو ممنوع و منسوخ قرار دیکر مسلم عوام کو انگریزی حکومت کی تائید و حمایت اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا درس دیا۔(۴۲-الف) مرزائی نبوت کو قرآنی اساسات پر

قائم کرنے کے لیے خود مرزا صاحب اور اس کے پیروکاروں نے عقیدہ ختم نبوت کی ایک انوکھی تفسیر بیان کی جو متفق علیہ تفسیر سے ہٹ کر تھی۔(۴۲-ب) مرزا غلام احمد کے یہ اقدامات اور افکار و خیالات بلاشبہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کے خلاف ایک بغاوت اور امت مسلمہ کی وحدت کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نئی نبوت کا بعض ہندو قوم پرست سیاسی رہنماؤں نے پر جوش خیر مقدم کیا۔(۴۳)

نظریاتی و فکری کشمکش کے اس دور میں برصغیر میں اسلام کی حمایت و دفاع کی غرض سے ایک زبردست علمی و تصنیفی تحریک برپا ہوئی۔ مختلف دینی موضوعات بالخصوص تقابل ادیان اور علم کلام و عقائد پر کثیر تعداد میں کتب لکھی گئیں۔ سب سے اہم یہ کہ مسلمان ملت کو درپیش مسائل و تحدیات کے تناظر میں قرآن حکیم میں تدبر و تفکر کی روایت مستحکم ہوئی۔ چنانچہ قرآن حکیم کی تفسیر و تشریح کے نئے نئے اسالیب منظر عام پر آئے۔ انیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر میں اور اس کے مابعد دور میں برصغیر میں لکھی گئی تفاسیر قرآن میں سے متعدد تفاسیر ایسی بھی ہیں جو خاص کلامی اسلوب پر لکھی گئی ہیں یا پھر ان پر کلامی رنگ غالب ہے۔ سطور ذیل میں ان تفاسیر کا تعارف اور تنقیدی جائزہ بالاختصار پیش کیا جائے گا۔

۱) تفسیر القرآن: سرسید احمد خان (۱۸۱۷۔۱۸۹۸ء) جدید دور کے پہلے مذہبی مصلح و مفکر ہیں جنہوں نے برصغیر میں انگریزی حکومت کے قیام کے بعد ملت اسلامیہ ہندیہ کو درپیش تہذیبی اور نظریاتی و سیاسی چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اسلام کے عقائد و تعلیمات کی تعبیر نو کا بیڑا اٹھایا اور مسیحی مبلغین اور مستشرقین کی طرف سے اسلامی تعلیمات اور تہذیبی و سماجی اقدار پر کئے جانے والے اعتراضات کے ازالے اور دین اسلام کے دفاع و حمایت کے لیے ایک نئے ''علم الکلام'' کی بنیاد ڈالی۔(۴۴) سرسید احمد خان نے اپنے اس جدید علم الکلام (جو دراصل معتزلی علم الکلام ہی کا جدید ایڈیشن ہے) کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی اسلام کے تمام اصول و احکام عقل کے عین مطابق ہیں اور قرآن حکیم میں کوئی بات ایسی بیان نہیں کی گئی جو عقل وسائنس اور جدید تمدن و ترقی کے منافی ہو، یا ایک مہذب (مغربی) سوسائٹی میں عمل کیئے جانے کے قابل نہ ہو۔(۴۵) سرسید کے ایجاد کردہ اس علم کلام کا بہترین و کامل اظہار ان کی تصنیف ''تفسیر القرآن''میں ہوا ہے۔ تفسیر القرآن کے لیے انہوں نے بعض نئے تفسیری اصول قائم کیے ہیں(۴۶) جن میں سے اہم ترین اصول ''فطرت اور قوانین فطرت کا اصول'' ہے۔ سرسید کے اس تفسیری اصول (جو ان کی رائے میں کسی بھی مذہب کی حقانیت کو جانچنے کا واحد اصول ہے) کے مطابق فطرت اور قوانین فطرت یا پھر خود انہی کے الفاظ میں

''ورک آف گاڈ'' (قوانین فطرت) اور ورڈ آف گاڈ (قرآنی آیات و احکام) میں کبھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ چونکہ یہ دونوں اللہ کے بنائے ہوئے ہیں اس لیے ان دونوں میں موافقت اور ہم آہنگی ہونا لازمی ہے، قرآن حکیم کی کوئی تعلیم یا حکم مقتضیات فطرت کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ سرسید کی رائے میں قوانین فطرت ایک غیر متبدل چیز ہے لہٰذا ان دونوں (قوانین فطرت اور آیات قرآن) کے مابین اگر کوئی اختلاف ظاہری طور پر پایا جائے تو قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر اس طور سے کی جائے گی کہ ان دونوں میں موافقت قائم ہوجائے، بصورت دیگر قرآنی آیات و احکام کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا۔[٤٧] فطرت اور قوانین فطرت کی بابت اس تفسیری اصول کو ''تفسیر القرآن'' کے لیے بطور رہنما اصول متعین کرلینے کے بعد سرسید نے قرآنی آیات و تعلیمات کو عقل اور جدید سائنسی نظریات و معلومات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے اور جہاں کہیں ان دو کے درمیان اختلاف معلوم ہوا اسے دور کرنے کے لیے معتزلہ کے طریقے کے مطابق عقل کو نقل (احادیث و روایات) پر ترجیح دیتے ہوئے قرآنی آیات کی عقلی تأویل و توجیہ کی ہے۔[٤٨] انہوں نے ''تفسیر القرآن'' میں عقائد واحکام کے بارے میں ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جو جمہور مفسرین کی آراء و تعبیرات سے بالکل مختلف ہیں۔[٤٩]

سرسید نے معجزات و کرامات کا یکسر انکار کیا ہے، معراج اور شق صدر جیسے معجزانہ واقعات کو رؤیا (خواب روحانی) سے تعبیر کیا ہے۔[٥٠] حشر نشر[٥١] حساب کتاب، میزان،[٥٢] جنت و دوزخ اور ان کی نعمتوں اور ہولناکیوں (نعیم و آلام) کی حقیقت[٥٣] اورحوض کوثر[٥٤] کے متعلق قرآنی آیات کو بطریق مجازو استعارہ تمثیل قرار دیا ہے۔ ابلیس اور ملائکہ کے خارجی وجود سے انکار کیا ہے۔[٥٥] جنات سے صحرائی اور پہاڑی لوگ مراد لیے ہیں۔[٥٦] نبوت اوروحی و نزول وحی کی حقیقت و کیفیت،[٥٧] اعجاز القرآن،[٥٨] مسئلہ جبرو اختیار،[٥٩] حسن و قبح اور خیرو شر[٦٠] پر ایک نئے انداز سے گفتگو کی ہے۔ نسخ قرآن کا قطعی انکار کیا ہے[٦١] اور آیات قصص کی تفسیر میں دور ازکار تاویلات سے کام لیا ہے۔[٦٢] سرسید نے معاشرتی و عملی احکام بالخصوص جہاد و غزوات رسول،[٦٣] دوستی کفار،[٦٤] ربا،[٦٥] تعدد ازدواج،[٦٦] اور جزیہ[٦٧] کی بحث وتحقیق کے بارے میں ایسا طرز فکر و اسلوب اختیار کیا ہے کہ ان مسائل کے بارے میں دور حاضر کے عقلیت پرست گروہ بالخصوص مغربی مستشرقین کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہوسکے اور مسلمانوں کو اپنے حاکموں کے ساتھ ربط و ضبط رکھنے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ سرسید کیونکہ انگریزی حکومت سے مفاہمت و مصالحت کے حامی وعلمبردار تھے لہٰذا انہوں نے اپنی تفسیر میں انگریزی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری کو شرعی و دینی جواز فراہم کرنے

کا پورا اہتمام کیا ہے۔[۶۸]

بہر حال ''تفسیر القرآن'' جس میں سرسید احمد خان نے مسلک اعتزال کو نئے لباس اور نئے اضافوں کے ساتھ پیش کیا ہے فکر اسلامی کی تشکیل جدید کے نقطہ نظر سے ایک ایسی انقلاب آفرین تصنیف ہے، جس نے برصغیر پاک و ہند میں مستقبل کے اسلامی و فکری رجحانات کی تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ بعد میں آنے والے مفسرین و مصنفین میں سے مولوی محمد علی لاہوری (امیر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام)[۶۹] مولانا خواجہ احمد دین[۷۰] عبدالحکیم پٹیالوی،[۷۱-الف] حکیم احمد شجاع الایوبی[۷۱-ب] اور غلام احمد پرویز[۷۲] وغیرہ حتیٰ کہ ترجمان القرآن کے مصنف ابوالکلام آزاد جو علم الکلام قدیم و جدید کے ناقدین میں سے تھے، بھی سرسید کے خیالات سے متاثر ہوئے۔[۷۳]

۲) تفسیر ''بیان القرآن'': مولانا محمد علی لاہوری (م۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء) امیرانجمن احمدیہ کی تفسیر ''بیان القرآن'' اعتزال جدید کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ سرسید نے احادیث و روایات کو نظر انداز کر کے محض عقل اور رائے سے قرآنی آیات کی تاویل و تشریح کی جو مثال قائم کی تھی، اس کا بھرپور اتباع اس تفسیر میں کیا گیا ہے۔ محمد علی لاہوری نے بھی سرسید کی طرح تفسیر قرآن کے چند رہنما اصول وضع کیے ہیں۔ ان کا ماحصل یہ ہے کہ احادیث و روایات میں بیان باتیں واقعات، مشاہدہ یا مسلمہ تاریخ کے خلاف ہوں تو وہ قابل قبول نہیں، اسی طرح کوئی حدیث خواہ وہ صحاح ستہ کی ہو قابل قبول نہیں اگر قرآن کی صراحت کے خلاف ہو، یا اصول دینی کے خلاف ہو۔ قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں صحابی سے اختلاف کرنا جرم نہیں۔ صحابہ میں خود آپس میں اختلاف ہے اور مفسرین نے بھی ان سے اختلاف کیا ہے۔ اقوال مفسرین اپنے عہد کے اثرات سے خالی نہیں ہیں لہٰذا ہمیں بھی اپنے زمانے کے علوم کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کرنی چاہیے۔[۷۴]

محمد علی لاہوری نے ان تفسیری اصول کو ''بیان القرآن'' میں خوب برتا ہے۔ انہوں نے احادیث و روایات، علمائے متقدمین کے مقرر کردہ اصول تفسیر، عربی زبان و ادب کے قواعد، اور قرآن کے مخاطبین اولین اور اہل زبان کے فہم سے دستبردار ہوکر آیات قرآنی کی ایسی تاویلات و تشریحات کی ہیں کہ حقائق غیبی، معجزات و مافوق الفطرت واقعات اور جدید سائنسی و عقلی نظریات و معلومات میں کوئی تصادم باقی نہ رہے اور ان میں ایک گونہ تطبیق قائم ہوجائے۔[۷۵] بیان القرآن میں دینی عقائد اور معجزات سے متعلق قرآنی آیات کی عقلی تاویلات کے علاوہ جہاد،[۷۶] ربا،[۷۷] تعدد ازدواج،[۷۸] نسخ قرآن،[۷۹] اور قتل مرتد کے بارے[۸۰] میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے۔ مصنف نے

اس تفسیر میں اسلام کو امن و آشتی کا علمبردار مذہب ثابت کرنے پر بڑی قوت صرف کی ہے اور مسلمانوں کے لیے انگریزی حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری پر قرآنی آیات سے بھرپوراستدلال کیا ہے۔[۸۱] اس تفسیر میں جابجا زرتشتی مذہب، ہندومت، یہودیت و نصرانیت کے عقائد و تعلیمات[۸۲] اور مغربی تہذیب و تمدن کے بارے میں تنقیدی خیالات کے اظہار[۸۳] کے علاوہ مسلمانوں کے بعض فرقوں بالخصوص شیعہ کے اعتقادات پر نقد بھی کیا گیا ہے۔[۸۴] تفسیر ''بیان القرآن'' کے مصنف مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۹۰۸ء) کے ایک پیروکار بھی ہیں البتہ وہ مرزا صاحب کو نبی کے بجائے مجدد اعظم اور مصلح اکبر مانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ''بیان القرآن'' میں متعدد مواقع پر مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کی تجدید و اصلاح پر مامور ایک مجدد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے الہامات و مکاشفات کی اطاعت و پیروی کو امت مسلمہ پر لازم و واجب ثابت کیا ہے۔[۸۵]

مولوی محمد علی لاہوری نے انگریزی زبان میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیری حواشی تحریر کیے ہیں۔[۸۶] اس ترجمہ و تفسیر میں بھی جدید علم کلام کا بھرپور اظہار ہوا ہے۔ اس تفسیر کی تصنیف میں بقول مولانا عبدالماجد دریا آبادی ''جدید مغربی تعلیم یافتہ طبقہ کی ذہنیت کو خصوصی طور سے پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ مغربی علوم و افکار کی راہ سے آئے ہوئے شکوک و شبہات کو دور کیا جاسکے'' تاہم اس میں بھی مصنف کی بعض تاویلات و تشریحات ایسی ہیں جن کے ڈانڈے تحریف سے مل جاتے ہیں۔[۸۷] بااین ہمہ/مولانا عبدالماجد دریا آبادی، محمد علی لاہوری کے اس انگریزی ترجمہ اور تفسیری حواشی میں تہذیب مغرب پر ان کی تنقید کے بڑے مداح نظر آتے ہیں۔[۸۸]

تردید اعتزال جدید-راسخ العقیدہ علماء کی تفسیریں

سرسید احمد خان اور ان کے خوشہ چین وہم خیال مصنفین کے افکار و خیالات نے برصغیر میں ایک نئے فکری انتشار اور بے راہروی و بے باکی کا دروازہ کھول دیا،[۸۹] چنانچہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے دل و دماغ میں دینی عقائد و تعلیمات کے بارے میں تشکیک پرورش پانے لگی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کی مذہبی تشریحات و تأویلات کی اشاعت سے برصغیر میں پہلے سے جاری نظریاتی پیکار دو چند ہوگئی۔ ایسے میں متعدد اہل روایت و راسخ العقیدہ علماء نے عیسائی مشنریوں، آریہ سماجی مبلغین کے جواب اور سرسید اور ان کے ہم نوا مصنفین کے افکار اور مرزائی گروہ کی انحرافی تاویلات کی تردید میں قرآن حکیم کی تفاسیر لکھیں، جو ''جدید علم الکلام'' کے مقابلے میں ایک دوسری نوعیت کے علم الکلام کی ترجمانی کرتی ہیں۔

(۱) تفسیر تجیل التنزیل: ان مفسرین میں سے سب سے پہلے ابو المنصور محمد ناصرالدین دہلوی (۱۸۲۲۔۱۹۰۲ء) کا نام[۹۰-الف] آتا ہے، جنہوں نے سرسید کے افکار و خیالات کی تردید میں ''تنقیح البیان بجواب تفسیر القرآن''[۹۰-ب] کے نام سے ایک کتاب کے علاوہ ''تبجیل التنزیل'' کے نام سے کلامی اسلوب پر فارسی زبان میں قرآن حکیم کی ایک مفصل تفسیر بھی لکھی۔[۹۱] اس تفسیر میں اول تو قرآنی آیات کی تفسیر صحیح احادیث سے کی گئی ہے بلکہ ان میں سے بھی اکثر احادیث صحیحین سے لی گئی ہیں۔ قیاسی اور موضوع روایات کو اس میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں گزشتہ الہامی کتب کی آیات کو مطالب قرآنی کی تائید میں درج کیا گیا ہے۔ آسمانی کتابوں سے استدلال اس تفسیر کا ایک ایسا وصف ہے جو اس کی دیگر تمام خصوصیات پر حاوی اور غالب ہے بلکہ اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ قرآن کریم کی تفسیر سابقہ کتب شماری کی روشنی میں کی گئی ہے، تو بے جا نہ ہوگا۔ فاضل مصنف نے اپنی اس تصنیف میں (قرآنی تعلیمات و احکام کی تائید میں تورات و انجیل سے استدلال کرنے کے علاوہ) یہود و نصاریٰ کے عقائد و احکام اور ان کی کتب مقدسہ پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ اہل کتاب سے متعلق جس قدر متنوع معلومات مستند عبرانی اور مسیحی حوالوں کے ساتھ اس تفسیر میں ملتی ہیں شاید ہی کسی قدیم تفسیر میں دستیاب ہوں۔ تفسیر ''تبجیل التنزیل'' کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں بکثرت اہل کتاب بالخصوص مسیحی مشنریوں کی طرف سے قرآن حکیم کی آیات، اس کے اسلوب بیان اور مباحث و مضامین پر وارد اعتراضات نقل کیے گئے ہیں، پھر تورات اور انجیل کی روشنی میں ان اعتراضات کے مدلل و مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ مصنف نے اس تفسیر میں سرسید احمد خان کی تصانیف ''تفسیرالقرآن'' اور ''تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والا نجیل''[۹۲] کے مباحث کی تنقید و تردید کا تو خصوصی طور سے التزام کیا ہے۔[۹۳]

(۲) تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی: علماء کی وہ جماعت جو مسیحی مشنریوں کے اسلام پر اعتراضات کے جواب اور سرسید کے افکار کی تردید میں پیش پیش تھی ان میں مولانا عبدالحق حقانی (م۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) کا نام بڑا نمایاں ہے۔[۹۴-الف] موصوف، جو ایک بلندپایہ عالم منقولات و معقولات تھے، نے ۱۸۸۵ء میں عیسائی مشنریوں کے اعتراضات اور سرسید احمد خان کے افکار کی تردید کی غرض سے ''حامی الاسلام'' کے نام سے ایک اخبار نکالا۔[۹۴-ب] انہوں نے ''عقائد الاسلام'' کے نام سے ایک جامع کتاب بھی تصنیف کی ہے جس میں اسلامی عقائد کی اس طرز سے تفسیر و تشریح کی

گئی ہے کہ اس حوالے سے جدید ذہن کے شبہات کا تدارک ہوسکے۔ اس کتاب میں خوارج معتزلہ اور شیعہ کے اعتقادات پر نقد بھی کیا گیا ہے۔[(۹۵)]

علامہ عبدالحق حقانی کی تفسیر "فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی" اردو زبان میں کلامی طرز کی ایک مبسوط تفسیر ہے۔[(۹۶)] فلسفہ یونان 'اعتزال اور نیچریت (سرسید اور ان کا جدید علم کلام) کا رد و محاکمہ اس تفسیر کا خصوصی موضوع ہے۔ علامہ حقانی نے اس تفسیر کے آغاز میں ایک جامع و مفصل مقدمہ (جو درحقیقت اس تفسیر کا مغز اور جوہر ہے) "البیان فی علوم القرآن" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے تمام اہم کلامی تفسیری مباحث کو موضوع بنایا ہے۔[(۹۷)] مقدمہ میں ایک طرف انہوں نے قدیم کتب تفاسیر میں اسرائیلیات اور موضوع و ضعیف روایات کی کثرت نقل پر کڑی تنقید اور ان کے مضر اثرات کی نشاندہی کی ہے۔ دوسری طرف نحویین، متصوفین، معتزلہ و دیگر اسلامی فرقوں اور خصوصی طور سے سرسید احمد خان کی توجیہات و تأویلات پر سخت گرفت کی ہے۔[(۹۸)] تفسیر حقانی میں بالعموم اور اس کے مقدمہ میں بالخصوص صفات باری تعالیٰ، معرفت حق کی راہ میں عقل انسانی کی نارسائی، نبوت و رسالت کی ضرورت و اہمیت، وحی و الہام کی حقیقت، عصمت انبیاء، قرآن حکیم کے اعجازواسلوب بیان اور اس کے نسخ کی حقیقت جیسے مسائل کے علاوہ ارکان اسلام اور احکام شرعیہ کے اسرار وحِکم پر مدلل گفتگو کی گئی ہے۔ اس ضمن میں مشروعیت جہاد اور تعدد ازدواج کی اجازت کے مصالح کے بیان پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔ علامہ عبدالحق نے اپنی اس تفسیر میں نہ صرف یہ کہ اسلامی عقائد و احکام، قرآن حکیم اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور سیرت طیبہ کے بارے میں مسیحی مبلغین و مستشرقین اور آریہ سماجیوں کے اعتراضات کا جواب دینے کا اہتمام بھی کیا ہے، بلکہ جابجا بدھ مت، زرتشتی مذہب، یہودیت و نصرانیت اور آریہ سماجیوں کی مذہبی کتب پر نقد بھی کیا ہے اور ان کے عقائد و تعلیمات پر دین اسلام کے عقائد و تعلیمات کے تفوق و فضیلت کو ثابت کیا ہے۔ اس تفسیر کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں جابجا صفات باری تعالیٰ کے بارے میں حکمائے یونان کے خیالات کے ساتھ ساتھ معجزات، وجود ملائکہ و ابلیس و جنات، جوج ماجوج، دجال کے ظہور، جنت و دوزخ اور جزا وسزا کی حقیقت و کیفیت کے بارے میں معتزلہ اور سرسیداحمدخان کی تأویلات عقلی کی تردید کی گئی ہے۔ اس تفسیر میں یورپ کے فلسفہ اور سائنس پر بھی بڑی عمدہ بحثیں ملتی ہیں۔

تفسیر حقانی میں زمانہ حال کے مغربی علوم و افکار اور سرسید کے عقلیت پرستانہ خیالات کے مقابلے میں ایک نئے طرز کے علم کلام کی بنیاد ڈالی گئی ہے جس میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے نظام افکار کے

ساتھ ساتھ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فکری و کلامی منہج و اسلوب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔(۹۹) اس تفسیر کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں سلف صالحین کے طریق کی پیروی کی گئی ہے اور کلامی مسائل میں کہیں بھی اہل السنّت و الجماعۃ کے مسلک سے انحراف نہیں کیا گیا ہے۔ تفسیر حقانی بلاشبہ دور حاضر کے علمی و فکری تقاضوں کے حوالے سے ایک انتہائی مفید تصنیف ہے۔ برصغیر کے علماء و مفسرین کے ہاں اس تفسیر کو بڑی مقبولیت حاصل رہی ہے۔(۱۰۰)

(۳) تفسیر مواہب الرحمٰن: اردو زبان میں قرآن حکیم کی ضخیم ترین تفسیر ''مواہب الرحمٰن'' علامہ سید امیر علی (۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء۔۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء)(۱۰۱-الف) کی تصنیف ہے۔(۱۰۱-ب) اس تفسیر کو بجا طور پر علم تفسیر کا دائرۃ المعارف قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس میں ہزارہا احادیث و آثار کے علاوہ کثرت سے متقدمین مفسرین کے تفسیری اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ فاضل مفسر نے آیات احکام کی تفسیر کے ذیل میں ائمہ اربعہ کی فقہی آراء بھی درج کی ہیں۔ تصوف و سلوک کے مسائل بھی اس تفسیر میں ذکر کیے گئے ہیں۔ تفسیر مواہب الرحمٰن علم کلام کا بھی ایک گنجینہ ہے۔ اس تفسیر میں بالعموم اور اس کے مقدمہ (سید امیر علی نے مولانا عبدالحق حقانی کی طرح اپنی اس تفسیر کے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس میں علم تفسیر، اس کے متعلقہ مباحث بالخصوص تاویل فاسد، تفسیر بالرائے المذموم اور اصناف تفسیر پر بحث کے علاوہ متقدمین مفسرین کی تفاسیر پربالخصوص اسرائیلیات اور ضعیف روایات کے نقل کرنے کے حوالے سے تنقیدی نگاہ بھی ڈالی گئی ہے) میں بالخصوص مختلف اسلامی فرقوں، شیعہ، خوارج، مرجئہ اور معتزلہ کے عقائد و خیالات کا مدلل طور سے رد کیا گیا ہے اور عقائد صحیحہ کی مفصل طور سے تشریح بیان کی گئی ہے۔ سرسید احمد خان کے افکار و آراء کا محاکمہ اس تفسیر کی تصنیف کا ایک اہم محرک معلوم ہوتا ہے۔ مؤلف تفسیر ''مواہب الرحمٰن'' سرسید کے خیالات کو مسلمانوں کے اعتقادات کے لیے ایک انتہائی خطرناک فتنہ گردانتے ہیں، شاید یہی وجہ ہے (کہ سرسید احمد خان کی تردید و تنقید میں) ان کے اسلوب بیان میں بسااوقات شدت بھی در آئی ہے۔ ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

> ''اس وقت مسلمانوں کو اعتقادات حقہ سے بہکانے و شک دلانے میں اہل شرک ظاہری یہود و نصاریٰ و ہندو مجوس کا فتنہ چنداں مضر نہیں ہے، جس قدر فرقہ نیچریہ معتزلہ وغیرہ سے ضرر ہے۔ کیونکہ اس فرقہ نے ظاہری صورت اسلام و لباس و نام کے پیرایہ میں اپنی جاہلانہ کفر و بداعتقادیوں سے بہت سے جاہل مسلمانوں کو دائرہ کفر میں بھیج دیا ہے''(۱۰۲)

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:

> ''صاحب کشاف معتزلی نے بار بار بطور ضلالت معتزلہ ایسی خفی تفسیر کی کہ بہت سے

عوام اس میں دھوکہ کھاتے ہیں اور اس زمانہ میں فرقہ نیچر ایک ایسا فرقہ ہے، جو ہر طرح عوام پر اپنا نام و دعویٰ اسلام ظاہر کرتے ہیں اور اعتقاد و اقوال میں محض ملحد ہیں، ان میں سے بعض نے قرآن کی تفسیر کے نام سے الحادی کتاب لکھی اور ان کی غرض اصلی یہ (ہے) کہ عوام مسلمانوں کے اعتقاد میں فتور پیدا کرے۔"(۱۰۳)

چنانچہ علامہ سید امیر علی نے اپنی اس تصنیف میں جابجا معتزلہ اور سید احمد خان کے عقائد و افکار کی تردید کی ہے اور اس کے مقابلے میں اہل السنّت و الجماعۃ کے عقائد کی ترجمانی مفصل طور سے کی ہے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن کا اسلوب بیان انتہائی دقیق ہے، اس کی زبان بھی خاصی پرانی ہے، ان دونوں امور نے عام قارئین بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے اس سے استفادہ کو مشکل بنا دیا ہے۔

۴) تفسیر ثنائی: مولانا ثناء اللہ امرتسری (۱۸۶۸ء۔۱۹۴۸ء) دور جدید کے ایک جید اہل حدیث عالم اور بہت بڑے مناظر تھے۔ وہ زندگی بھر مرزائیوں، آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں کے خلاف مناظروں اور مباحثوں میں مشغول رہے۔ ان تینوں گروہوں کے عقائد و تعلیمات کے رد میں انہوں کثیر تعداد میں رسائل اور کتب بھی تصنیف کیں۔(۱۰۴) مولانا ثناء اللہ امرتسری نے علم تفسیر کے موضوع پر عربی زبان میں دو کتب "تفسیر القرآن بکلام الرحمن" اور "بیان الفرقان علی علم البیان"،(۱۰۵) کے علاوہ اردو میں بھی دو عدد تفاسیر "تفسیر بالرائے"(۱۰۶) اور "تفسیر ثنائی" تحریر کیں۔(۱۰۷) "تفسیر بالرائے" میں مصنف نے اپنے عہد کی مروجہ تفاسیر اور تراجم قرآن کی اغلاط کی نشاندہی کرکے ان کی اصلاح کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے قادیانیوں اور بہائیوں کی تاویلات پر خصوصی توجہ دی ہے۔(۱۰۸) تفسیر ثنائی کلامی طرز کی ایک اہم تفسیر ہے جو اسلام کی مدافعت اور مخالفین کے رد میں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے اس کی وجہ تالیف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"میں نے مخالفین کے حال پر غور کیا تو باوجود بے علمی اور ہیچدانی کے مدعی ہمہ دانی پایا۔ [وہ] خدا کی کتاب پر منہ کھول کھول کر معترض ہو رہے ہیں حالانکہ کل سرمایہ ان کا سوائے تراجم اردو کے کچھ بھی نہیں۔ معہذا میں نے قرآن حکیم کو جامع علوم عقلیہ و نقلیہ بالخصوص علم مناظرہ میں امام پایا۔ دعویٰ پر دلیل ایسے ڈھب پر ادا ہوتی ہے کہ ہر درجہ کا آدمی اس سے فائدہ اٹھاسکے، مگر جب تک حسب توقع شرح نہ کی جائے عام متوسط درجہ کے خواص بھی فہم مطالب سے کماحقہ بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔ پھر میں نے بعض مقامات کے حل کے لیے شان نزول کا ذکر بھی ضروری سمجھا ۔ سو ہر آیت کے متعلق جہاں تک منقول

تھا اس کو بھی نقل کیا اور بعض مقامات میں رد مخالفین، متکلمین کی طرز پر اور بعض اور جگہ نادان موافقین کے لیے جوابات لکھے ہیں، سو الحمدللہ یہ تفسیر جیسا کہ زمانہ کو ضرورت تھی ویسی ہی تیار ہوئی''۔(۱۰۹)

تفسیر ثنائی میں عیسائی مشنریوں، آریہ سماجیوں کے اعتراضات اور شبہات کے جوابات عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ پیش کرنے کے علاوہ ان دونوں گروہوں کے مذہبی عقائد و اعمال کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ مرزا غلام احمد کے دعاوی و خیالات کا رد اس تفسیر میں بڑے مؤثر طور سے کیا گیا ہے۔(۱۱۰) سرسید احمد خان کی تأویلات و تشریحات کی تردید و اصلاح تو اس تفسیر کا مقصد اساسی معلوم ہوتا ہے۔ مصنف تفسیر ثنائی نے کوئی موقع ہاتھ سے ایسا نہیں جانے دیا جس سے ان کے خیالات پر گرفت کی جاسکتی تھی۔ تفسیر ثنائی کے مضامین کی فہرست سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ مؤلف نے سرسید احمد خان کی آراء و تاویلات کا تعاقب بڑے تسلسل اور استقامت کے ساتھ کیا ہے اور اپنے تفسیری حواشی کا کثیر حصہ اسلامی عقائد و مسائل کے بارے میں ان کے اٹھائے ہوئے شکوک و شبہات اور ان کے جواب کے لیے مختص کیا ہے۔ قرآن کی جن جن آیات و الفاظ کی سرسید نے تفسیر بیان کی ہے تفسیر ثنائی میں ان تمام آیات و الفاظ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مشہور مسیحی مبلغ و مستشرق سی۔ڈبلیو۔ٹرول کے الفاظ میں:

''تفسیر ثنائی میں سرسید کے اصول تفسیر (جو التحریر فی اصول التفسیر کے نام سے موصوف نے تحریر کیے تھے) ان کے تصور کائنات (World View) کے اساسی خط وخال، ان کے قیاسات و مفروضات اور خیال آفرینیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی ہے، یوں اس تفسیر میں سرسید کے تفسیری مغالطوں اور نقائص کو بتفصیل اجاگر کیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں اگرچہ مصنف نے بنیادی طور پر سرسید کے عقلیت پرستانہ طرز فکر کو موضوع بحث بنایا ہے اور ان کی اصابت کو للکارا ہے، تاہم اس تفسیر میں مصنف کا طریق کار (منہاج) روایتی سنی تفاسیر قرآن کے مطابق ہے۔ اس میں انہوں نے اہل السنّت کے مسلک سے انحراف نہیں کیا ہے۔(۱۱۱)

تفسیر ثنائی کے اہم کلامی مباحث میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اثبات، مشروعیت و حکمت جہاد اور غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تعدد ازواج، مسئلہ خلافت و وراثت انبیاء، ختم نبوت اور معجزات جیسے مسائل شامل ہیں۔(۱۱۲) مصنف نے اپنی اس تفسیر کے مقدمہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے اثبات میں بتفصیل عقلی و نقلی دلائل فراہم کرنے کا اہتمام

کیا ہے۔[۱۱۳] اس تفسیر میں اسلامی فرقوں میں سے شیعہ کے عقائد پر خصوصی طور سے نقد کیا گیا ہے۔ اسی طرح مسلم معاشرے میں رائج بعض مشرکانہ اعمال و رسوم کے بطلان پر قرآنی آیت سے استدلال کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر احناف کی فقہی آراء پر بھی نقد کیا گیا ہے اور ان کے مقابلے میں اہل الروایت (محدثین) کے مؤقف کے تفوق کو ثابت کیا گیا ہے۔[۱۱۴]

۵) ترجمان القرآن: مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸۔۱۹۵۸ء) کا مذہبی نقطہ نظر سے سب سے اہم کام جدید علم کلام کی تردید و اصلاح ہے۔ سرسید کے نو معتزلی عقائد و خیالات سے مسلم علماء کبھی خوش نہ تھے۔ سرسید کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان علماء نے ان کے خیالات کی تردید میں بہت سی کتب لکھیں، تاہم مولانا ابو الکلام آزاد کا نام اور کام ان سب سے اہم تھا۔ قدیم علماء کو خدا نے وہ زور دار قلم نہ دیا تھا جو ابو الکلام آزاد کے ہاتھ میں تھا، اس کے علاوہ نئے مسائل کے متعلق ان کی معلومات بھی نسبتاً کم تھیں اور استدلال کا اسلوب بھی غیر مؤثر تھا۔ چنانچہ جدید علم الکلام کے خلاف سب سے مؤثر آواز مولانا ابو الکلام آزاد ہی نے بلند کی۔[۱۱۵] اس کا ایک اہم سبب شاید یہ بھی تھا کہ وہ خود تشکیک و الحاد کی منزل سے گزر چکے تھے اور ذاتی تجربے سے جانتے تھے کہ ہر چیز کو شک و تردد کی نگاہ سے دیکھنے اور اسے مادیت اور عقل و منطق کی ترازو میں تولنے کا نتیجہ شک میں اضافے اور بے اعتقادی اور بے چینی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جب قدیم علم کلام شکوک و شبہات (دینی حقائق کے بارے میں) کا ازالہ کرنے میں کسی طرح کامیاب نہ ہوا تو جدید علم کلام کس کام آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے ''الہلال'' کے صفحات اور خصوصی طور سے'' تذکرہ'' اور ''غبار خاطر'' میں یونانی منطق و فلسفہ کے اسیر مسلمان متکلمین اور جدید روشن خیال عقلیت پرست مصلحین بالخصوص سرسید احمد خان کے طرز فکر پر کڑی تنقید کی اور اسے ملت اسلامیہ کے مفاسد و مصائب کی جڑ قرار دیا۔[۱۱۶]

علم کلام (قدیم و جدید) کی زوردار تنقید و تردید کے علاوہ دوسرا اہم علمی کارنامہ جو مولانا آزاد نے انجام دیا وہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس کی وسیع اشاعت ہے۔ انہوں نے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے ذریعے ارشادات قرآنی کو قوم کی ذہنی و فکری اور اجتماعی زندگی کا جزو بنانے کی کوشش کی۔ مولانا کے مضامین اور ارشادات سے لوگوں کی قرآن فہمی میں بڑا اضافہ ہوا اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ قرآن کی تعلیمات کا تعلق ہماری روز مرہ کی انفرادی و اجتماعی زندگی سے ہے اور جس کی پیروی کرکے وہ اپنی دینی و دنیوی مشکلات کا حل ڈھونڈ سکتے ہیں۔[۱۱۷] اشاعت قرآن کے سلسلہ میں مولانا ابو الکلام آزاد کا اہم ترین علمی و تصنیفی کارنامہ ان کی تفسیر ترجمان القرآن ہے، خصوصاً سورۃ فاتحہ کی تفسیر تو ان کا علمی

شاہکار ہے۔[118]

ترجمان القرآن کی جلد اول کے آغاز میں مولانا آزاد نے بڑے دلنشین انداز میں اصول ترجمہ وتفسیر پرکلام کیا ہے اور بعض ایسے اسباب و مؤثرات کی نشاندہی کی ہے جو (ان کی رائے میں) فہم قرآن کی راہ میں مانع ہیں۔ فہم قرآن کی راہ میں مانع ان اسباب کو انہوں نے (تفسیر قرآن پر) ''وضعیت و صناعیت'' کے غلبے سے موسوم کیا ہے۔[119] مولانا آزاد نے متکلمین مفسرین بالخصوص امام رازی کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے بقول ان متکلمین نے قرآن حکیم کے بے میل و فطری انداز بیان، طریق خطاب اور طریق استدلال پر قناعت کرنے کے بجائے اس کی ہر بات کو منطق و فلسفہ کا جامہ پہنا دیا۔ متکلمین کی اس روش کے نتیجے میں قرآن کے دلائل کی ساری خوبروئی اور دلنشینی و سادگی نظروں سے گم ہوگئی اور شکوک و ایرادات کے بے شمار دروازے کھل گئے۔ انہوں (ابو الکلام آزاد) نے دور جدید کے متکلمین و مصلحین مذہب کے طرز تفسیر پر بھی شدید نقد کیا ہے کہ جنھوں نے انسانی نظریات اور علوم جدیدہ کو رہنما بنا کر قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح میں دور ازکار تأویلات سے کام لیا۔[120] مولانا آزاد نے اپنی کئی کتابوں میں کہیں نام لے کر اور کہیں اشارہ سے سرسید کے قرآن فہمی کے معیار پر اظہار خیال کیا ہے۔ ترجمان القرآن میں وہ سرسید اور بعض تجدد پسند عرب مفسروں کی تفسیری کوششوں سے متعلق لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے کوشش کی کہ قرآن کی تصریحات کو (نئے نظریوں کے مطالبات) کے مطابق کر دکھائیں، مطابق ہو نہیں سکتی تھیں اس لیے ہر طرح کا تجوز و تکلف جو لغت و زبان سے کیا جاسکتا ہے جائز کر لیا اور یہ نہ سمجھے کہ تمام قطع و برید چند سالوں کے بعد یکسر بے کار ہو جائے گی۔ آج کل ہندوستان اور مصر کے بعض دانش فروشوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ (انہی کے لفظوں میں) زمانہ حال کے ''اصول وعلم و ترقی'' قرآن سے ثابت کیے جائیں۔ یا بقول ان کے فلسفہ و سائنس اس کی ہر آیت میں بھر دیا جائے گویا قرآن صرف اسی لیے نازل ہوا ہے کہ جو بات کوپرنیکس اور نیوٹن نے یا ڈارون اور ویلسن نے بغیر کسی الہامی کتاب کے فلسفہ اندیشیوں کے دریافت کر لی۔ اسے چند صدی پہلے معموں اور بجھارتوں کی طرح دنیا کے کان میں پھونک دے۔ اور پھر وہ بھی صدیوں تک دنیا کی سمجھ میں نہ آئیں، یہاں تک کہ موجودہ زمانہ کے مفسر پیدا ہوں اور تیرہ سو برس پیشتر کے معمے حل فرمائیں۔''[121]

ترجمان القرآن میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر جو دیگر تمام سورتوں کی تفسیر کے مقابلے میں زیادہ مفصل

اور جامع ہے دراصل فلسفیانہ و کلامی مباحث کا مجموعہ ہے۔[۱۲۲] ترجمان القرآن بالخصوص تفسیر سورۃ فاتحہ کے مندرجہ ذیل پہلو بطور خاص قابل ذکر ہیں:

(۱)۔ اس میں خدا تعالیٰ کی صفات ربوبیت، رحمت اور عدالت کی حقیقت اور ان کے وسیع و ہمہ گیر پہلوؤں کو ایک اچھوتے انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ صفات الٰہیہ کے بارے میں قدیم مذاہب اور فلسفہ یونان و اسکندریہ کے تصورات اور مسلمانوں کے کلامی فرقوں کی تاویلات کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے۔ اس میں خصوصی طور سے تصور الہ پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔[۱۲۳] تفسیر سورہ فاتحہ میں ہدایت کے فطری مراتب کی بحث میں عقل انسانی کی رسائی و نارسائی کے حدود کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ہدایت کے لیے وحی و نبوت کی احتیاج کو واضح کیا ہے۔[۱۲۴] ترجمان القرآن میں نظام ربوبیت کی بھی ایک اچھوتی وحکیمانہ تشریح پیش کی گئی ہے۔ نظام ربوبیت سے وجود باری و توحید الٰہی کے اثبات کے علاوہ وحی و رسالت اور معاد(انعقاد آخرت) کی ضرورت پر استدلال پیش کیا گیا ہے۔[۱۲۵]

(۲)۔ ترجمان القرآن میں دین و مذہب کا ایک وسیع تر انسانی پہلو پیش کیا گیا ہے۔ اس تصور دین کے مطابق دنیا میں جو بھی مذاہب پائے جاتے ہیں وہ دو طرح کی تعلیمات سے مرکب ہیں۔ ایک وہ جو ان کی روح و حقیقت ہے اور دوسری وہ ہے جن سے ان کی ظاہری شکل و صورت آراستہ کی گئی ہے۔ پہلی چیز اصل ہے دوسری فرع۔ مولانا نے پہلی قسم کو ''دین'' سے جبکہ دوسری کو مسلک، شرع اور منہاج سے تعبیر کیا ہے۔ ان کی رائے میں مذاہب عالم میں اختلاف جس قدر بھی ہے وہ دین کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض شرع اور منہاج کا اختلاف ہے، بالفاظ دیگر اصل اور حقیقت کا نہیں بلکہ فرع اور ظاہر کا ہے۔ مولانا کی رائے میں وہ حقیقی دین جو تمام ادیان کے درمیان قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے اور جس کی طرف تمام پیغمبروں نے دعوت دی وہ ''اسلام'' ہی ہے۔ دین اسلام کی اساس توحید اور عمل صالح پر ہے۔ اگر کوئی شخص ایک خدا کی پرستش کرتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے تو یہ اس کی نجات کے لیے کافی ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کی سعادت اور نجات کا دارو مدار کسی مخصوص گروہ (مذہب و ملت) سے وابستگی پر نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح پر ہے۔[۱۲۶] مولانا آزاد کے پیش کردہ اس تصور مذہب کو ''وحدت ادیان'' کے تصور اور مسلک (انسانیت پرستی) سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسے برصغیر کے مخصوص سیاسی ماحول (ہندو مسلم تعلقات کے تناظر میں) کی پیداوار قرار دیا گیا ہے۔ مولانا آزاد کی تفسیر پر سب سے زیادہ تنقید ان کے اسی تصور مذہب کے حوالہ سے ہوئی ہے۔[۱۲۷] تاہم مشیرالحق، ریاض احمد خان شیروانی، مولانا اخلاق حسین قاسمی اور آئی۔ ایچ۔آزاد فاروقی جیسے اصحاب علم و دانش کی طرف سے ترجمان القرآن میں مولانا آزاد کے پیش کردہ خیالات کا دفاع

اور ان کے ناقدین کے اعتراضات کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔(۱۲۸)

۶) تفسیر ماجدی: ادیب، صاحب طرز انشاء پرداز اور فلسفی عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲۔۱۹۷۸ء) مدیر 'سچ' و 'صدق' جدید''(۱۲۹) نے قرآنیات پر متعدد کتب(۱۳۰) کے علاوہ قرآن حکیم کی دو تفاسیر انگریزی اور اردو زبانوں میں تصنیف کی ہیں۔ تفسیر ماجدی (اردو) کا شمار برصغیر کی اہم کلامی تفاسیر میں ہوتا ہے۔ اس میں فاضل مصنف کی مغربی ادب و فلسفہ اور تورات و انجیل سے گہری واقفیت اور اس کے بعد قرآن، حدیث، فقہ اور تصوف و سلوک کے وسیع مطالعہ کا پورا پورا اظہار ہوا ہے۔ یہ تفسیر جدید معلومات و نظریات، نئے فلسفیانہ افکار و آراء کے ضعف کو آشکارا کرنے کے ساتھ ساتھ ادیان و ملل کی تاریخ کے بارے میں ہونے والے نئے نئے انکشافات کی روشنی میں مطالعہ قرآن کی راہ کھولتی ہے۔ جدید ذہن میں وحی و نبوت اور قرآن حکیم کی عظمت و صداقت اور اس کے اعجاز و محفوظیت کے بارے میں ابھرنے والے سوالات کے تشفی بخش جوابات پیش کرتی ہے۔ آیات الٰہیہ اور جدید علمی تحقیقات کی روشنی میں تورات و انجیل پر محاکمہ، ان میں داخلی تحریفات اور خارجی اضافہ جات کی نشاندہی اور مذاہب عالم کی مقدس کتب اور ان کے عقائد و تعلیمات پر ناقدانہ کلام اس تفسیر کی نمایاں ترین خصوصیت ہے۔ مولانا قدیم صحف سماوی کے تنقیدی جائزہ کے ساتھ ساتھ ان کی عبارات اور ممتاز یورپی اہل قلم کے اقوال کو اسلام کی حقانیت و صداقت کی تائید و ثبوت میں بھی پیش کرتے ہیں۔(۱۳۱)

اپنے عہد کے افراط و تفریط کا شکار مسلکوں اور فرقوں اور انحرافی افکار و رجحانات کا رد و انکار بھی اس تفسیر کا نمایاں وصف ہے۔ اسلام کی تفسیر و تشریح میں جدید اہل قلم کی بے اعتدالیاں بھی مولانا کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہیں، چنانچہ تفسیر میں بیسیوں مقامات ایسے ہیں جہاں انہوں نے روشن خیال مصلحین و مفکرین کے عقیدہ وفکر پر نقد کیا ہے۔(۱۳۲) دور جدید میں اسلام اور قرآن پر سب سے زیادہ سخت حملے یورپ کے مسیحی مبلغین و مستشرقین کی طرف سے ہوئے۔ مولانا نے اپنی تفسیر میں ان سب کی تنقید و تردید کا خصوصی طور سے اہتمام کیا ہے۔(۱۳۳) تفسیر ماجدی میں جابجا مصنف نظریہ ارتقاء، فلسفہ مادیت، عقلیت (rationalism)، لاادریت، جدید نظریہ قومیت (nationalism) اور فلسفہ اشتمالیت (socialism) کے ساتھ ساتھ اسلام کے بارے میں ہندوستانی آریہ ساجیوں کے خیالات کی تردید بھی کیے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں سے معتزلہ اور خوارج کے عقائد و خیالات، اہل بدعت کے ایجاد کردہ بعض غیر اسلامی رسوم و رواج اور غالی متصوفین کے طور طریقوں پر بھی مولانا کے قلم سے شدید تنقید ہوئی ہے۔(۱۳۴) مختصر یہ کہ تفسیر ماجدی کلام الٰہی کی جدید کلامی تفسیر ہے، جس میں یہودیت و نصرانیت کے تنقیدی مطالعہ کے علاوہ جدید مغربی تہذیب و افکار اور اسلام کے بارے میں

مسیحی مستشرقین و مبلغین کے خیالات کا بھرپور رد کیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں قرآنی واقعات و قصص، مقامات و امکنہ، اشخاص و اقوام اور مذاہب و فرق سے متعلق قدیم و جدید مآخذ سے اتنا مواد جمع کر دیا گیا ہے جو یکجا کسی اور تصنیف (کم از کم اردو زبان میں) نہیں مل سکتا۔[۱۳۵]

مولانا دریا آبادی نے انگریزی تفسیر میں بھی کلامی اسلوب اختیار کیا ہے۔[۱۳۶] اس میں بھی قرآن حکیم اور دیگر صحف سماوی کا مختلف پہلوؤں سے تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ قرآن حکیم سے ماقبل نازل ہونے والی آسمانی کتب کے اندر تحریفات کو داخلی و خارجی شہادتوں سے واضح کیا ہے۔ جدید مغربی افکار و خیالات اور اسلام اور قرآن کریم کے بارے میں مستشرقین کی آراء پر تنقید کا بھی اہتمام کیا ہے۔ انگریزی تفسیر کی تصنیف کا مقصد دین اسلام کے بارے میں مغربیت زدہ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے شکوک و شبہات کو رفع کرنا معلوم ہوتا ہے۔ مولانا عبدالماجد نے اپنی دونوں تفاسیر میں اردو اورقدیم عربی تفاسیر سے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔ کلامی مسائل میں انہوں نے مفسرین سلف سے ہٹ کر کوئی نئی راہ نہیں نکالی ہے۔ ترجمہ و تفسیر دونوں میں انہوں نے اجتہاد کی بجائے انقیاد کا راستہ اختیار کیا ہے۔[۱۳۷]

(۷) <u>معارف القرآن (محمد ادریس کاندہلوی):</u> مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۸۹۹۔۱۹۷۴ء) کا شمار برصغیر پاک و ہند کے جید علماء میں ہوتا ہے۔[۱۳۸] انہوں نے عقائد و کلام، تفسیر قرآن، حدیث و سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف و سلوک جیسے متنوع موضوعات پر سو سے زائد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ علم کلام تو ان کا مرغوب ترین موضوع رہا ہے۔ خاص اس فن پر انہوں نے ۲۴ سے زائد کتب و رسائل تصنیف کیے ہیں۔[۱۳۹] مولانا اس بات کے حامی و داعی ہیں کہ اسلام کے سب اصول (عقائد) عقلی ہیں اور فروع (احکام) میں سے کوئی فرع (حکم) خلاف عقل نہیں۔ چنانچہ انہوں نے علم کلام و عقائد پر اپنی تحریروں میں عقائد واحکام اسلام کا معقول و مدلل ہونا ثابت کیا ہے۔ تاکہ مذہب اسلام کی حقانیت و صداقت اہل فہم پر واضح ہو جائے۔ مولانا کاندھلوی نے اپنے تئیں اسلامی عقائد وتعلیمات کی ایسی توضیح و تشریح کرنے کی سعی کی ہے کہ جو طالبین حق کے لیے باعث شفا و طمانیت اور مخالفین و مترد دین کے لیے موجب ہدایت ہو۔[۱۴۰]

مولانا کاندھلوی نے علم کلام پر اپنی نگارشات میں اسلام کے اصول و احکام پر مسیحی مبلغین اور مغربی مستشرقین کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کی تردید اور مرزائیوں اور عقلیت پرستی (rationalism) کے علمبردار مسلمان مصلحین و مصنفین کے عقائد و نظریات کی تنقید و تردید پر خصوصی

توجہ دی ہے۔ مزید برآں مسیحی عقائد و تعلیمات کی حقانیت و صداقت کو عقلی و نقلی دلائل کی کسوٹی پر پرکھنے کا اہتمام کیا ہے اور اناجیل مقدسہ میں واقع ہونے والی تحریف کی نشاندہی کی ہے۔ فاضل منصف نے اپنے بعض رسائل میں جدید مغربی عمرانی، سیاسی اور معاشی افکار و تصورات پر بھی نقد کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں اسلامی تعلیمات کی فوقیت کو واضح کیا ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا یہ کلامی ذوق سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تفسیر قرآن پر ان کی گرانقدر تصانیف ''سیرت المصطفی''(۱۴۱) اور ''معارف القرآن'' پر بھی غالب نظر آتا ہے۔(۱۴۲)

معارف القرآن جو دراصل سلف صالحین اور علمائے متاخرین کے علوم ومعارف کا مجموعہ ہے، کی تصنیف کا مقصد دور جدید میں مغربی افکار و خیالات کی یورش کے مقابلے میں مسلمانوں کے عقائد و خیالات کا تحفظ و دفاع اور مغربی تہذیب و تمدن اور علوم و افکار سے مرعوب جدید مسلمان مصلحین کے افکار و نظریات اور ان کی قرآنی تشریحات تأویلات کا محاکمہ و اصلاح معلوم ہوتا ہے۔ مصنف اپنی اس تصنیف کی غرض و غایت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو مطالب قرآنیہ کی توضیح و تشریح اور ربط آیات کے علاوہ قدرے احادیث صحیح اور اقوال صحابہ و تابعین پر اور بقدر ضرورت لطائف و معارف اور نکات و مسائل مشکلہ کی تحقیقات اور ملاحدہ و زنا دقہ کی تردید اور ان کے شبہات اور اعتراضات کے جوابات پر بھی مشتمل ہو، تاکہ کلام خداوندی کی عظمت و شوکت اور اس کی جامعیت اور اس کے اعجاز کا کچھ نمونہ نظروں کے سامنے آ جائے--- پھر یہ کہ وہ ترجمہ اور تفسیر سلف صالحین کے مسلک سے ذرہ برابر ہٹا ہوا نہ ہو اور کسی جگہ بھی اپنی رائے اور خیال اور نظریہ کو قرآن کے بہانہ سے پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکہ اورفریب نہ دیا جائے جیسا کہ آج کل آزاد منشوں کا طریقہ ہے کہ تاویل و تحریف کے ذریعہ قرآنی آیات کو مغربی تہذیب و تمدن کے مطابق کر دیں اور یورپ کے ملحدین کے خیالات باطلہ کو قرآن کے نام سے مسلمانوں میں پھیلایا جائے--- یہ گروہ قرآن کریم کا مترجم اور مفسر نہیں بلکہ یورپ کے نفسانی تمدن کا مترجم اور مفسر ہے۔ اس ناچیز نے مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے کے لیے یہ تفسیر لکھنا شروع کی تاکہ لوگ صحیح طور پر قرآن کو سمجھ سکیں اور صحیح طور پر اس پر عمل کر سکیں۔''(۱۴۳)

معارف القرآن کے کلامی مباحث کے اعتبار سے حسب ذیل پہلو بڑے نمایاں ہیں:

۱) اس میں توحید الوہیت، اسماء و صفات الٰہیہ، نبوت و رسالت، معجزات و عصمت انبیاء اور معاد (احوال آخرت) پر بحث کی گئی ہے۔ ان مسائل میں مصنف نے مختلف اسلامی فرقوں جہمیہ، قدریہ، خوارج، اور معتزلہ کے نقطہ ہائے نظر پر تنقیدی نگاہ ڈالنے کے علاوہ قدیم فلاسفہ و ملاحدہ اور جدید عقلیت پسندوں کے شبہات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔[۱۴۴] اسلامی عقائد اور احکام و مسائل میں اسلامی فرقوں بالخصوص شیعہ کے اعتقادات و قرآنی تأویلات پر تفصیل سے نقد کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مسلک کی پیروی کی ہے۔[۱۴۵]

۲) آسمانی مذاہب میں سے عیسائیت کے عقائد و تعلیمات کا دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں بتفصیل تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے اور اناجیل میں واقع ہونے والی لفظی تحریف کو واضح کیا گیا ہے۔ مسیحی مبلغین اور مستشرقین کے اسلام کے احکام و مسائل اور پیغمبر اسلام کی ذات گرامی کے بارے میں خیالات کی تنقید و تردید کا بھی اس تفسیر میں التزام کیا گیا ہے۔[۱۴۶] اس تفسیر میں جا بجا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کے عقائد اور ان کی قرآنی تأویلات پر گرفت کی گئی ہے۔[۱۴۷]

۳) اسلام کے احکام و مسائل اور اوامر و نواہی کے اسرار و حِکم بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مشروعیت جہاد،[۱۴۸] حرمت سود،[۱۴۹] اسلامی حدود و تعزیرات،[۱۵۰] تحریم خمر و قمار[۱۵۱] اور عورتوں کے لیے حجاب کی پابندی[۱۵۲] پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ کی روشنی میں حدیث سنت اور اجماع و قیاس کی بطور شرعی دلائل ،حجیت ثابت کی گئی ہے اور ان کی حجیت کے منکرین کی آراء کا رد کیا گیا ہے۔[۱۵۳] اسی طرح مستشرقین کی دین اسلام کے بارے میں یہ خیال آرائی کہ وہ ترقی کا مانع ہے، کی تردید بھی جا بجا کی گئی ہے۔[۱۵۴] معارف القرآن کاایک نمایاں وصف یہ ہے کہ اس میں فقہی مسائل میں‌احناف کے مسلک کی ترجیح عقلی دلائل سے ثابت کرنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔[۱۵۵]

مولانا محمد ادریس کاندھلوی ''سورہ الصافات'' کی تفسیر مکمل کر پائے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ جس کے بعد اس تصنیف کی تکمیل کا بیڑا ان کے فرزند محمد مالک کاندھلوی (۱۹۲۳ـ۱۹۸۸ء) نے اٹھایا--- چنانچہ سورہ ''ص'' سے اختتام قرآن تک بقیہ سورتوں کی تفسیر (جو معارف القرآن کی دو جلدوں ششم تا ہفتم پر مشتمل ہے) انہی کے قلم سے نکلی ہے۔ محمد مالک کاندھلوی نے بھی تکملہ میں اپنے والد کے اسلوب تفسیر کا پورا پورا اتباع کرتے ہوئے ذات و صفات الٰہی، نبوت و رسالت، وحی

و الہام، فضائل صحابہ کرام اور معاد جیسے مسائل پر مفصل طور سے گفتگو کی ہے۔ انہوں نے عیسائیت و مرزائیت کی تردید کے علاوہ اسلامی فرقوں بالخصوص شیعہ کے اعتقادات پر نقد کا خصوصی طور سے التزام کیا ہے۔

۸) تفہیم القرآن: سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۹۰۳۔۱۹۷۹ء) جدید دنیائے اسلام کے وہ ممتاز مصنف و مفکر ہیں[۱۵۶] جنہوں نے جدید تعلیم یافتہ اور ذہین طبقہ کو اسلام کے قریب کرنے اور (بقول سید ابوالحسن علی ندوی) اس کا گرویدہ بنانے اور اس کے اقدار و افکار پر اس کے اعتماد کو بحال کرنے اور اس کو اسلام اور اس کی تعلیمات کے بارے میں احساس کمتری اور شکست خوردگی کی ذہنیت سے بچانے کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تصنیفات و خطبات میں نہایت جرأت مندانہ انداز میں مغرب کی تہذیب اور اس کے فلسفہ حیات کی تنقید، اور علمی طور پر اس کے تحلیل و تجزیہ کے علاوہ اسلام کے نظام حیات، اسلامی تہذیب کی بنیادوں اور اسلامی حکومت کے محاسن و فضائل کو ایک نئے اسلوب اور آسان فہم زبان میں اس خوبی سے پیش کیا کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ علمی و فکری محاذ پر اس عظیم الشان کارنامہ کی بناء پر سید مودودی کو بجا طور پر ان کے معاصرین کی طرف سے ''متکلم اسلام'' کے لقب سے پکارا گیا۔[۱۵۷]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کا علمی و فکری شاہکار، جسے ان کی تجدیدی حکمت عملی میں مرکزی حیثیت حاصل ہے، ان کی تصنیف ''تفہیم القرآن'' ہے۔ تفہیم القرآن میں سید مودودی نے قرآن حکیم کی تفسیر کے ایک نئے اسلوب اور منہاج (ترجمانی و تفہیم) کی طرح ڈالی ہے۔ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں جدید تعلیم یافتہ طبقے کی ضروریات اور اس کے ذہنی اشکالات کو بطور خاص پیش رکھتے ہوئے روایتی تفسیری مباحث سے صرف نظر کرکے اور لفظی ترجمے کی پابندیوں سے نکل کر قرآن حکیم کی عبارت کے مفہوم کو آزاد ترجمے اور تفسیری حواشی کے ذریعے اردو زبان میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا ہے تاکہ عام قارئین پر جو عربی زبان اور علوم دینیہ سے واقفیت نہ رکھتے ہوں، کلام الٰہی کا مطلب و مدعا صاف صاف واضح ہوجائے۔ اپنے اس اسلوب کو انہوں نے قرآنی عبارات کی ترجمانی و تفہیم کا نام دیا ہے۔[۱۵۸] تفہیم القرآن اس اعتبار سے بھی معاصر تفسیری ادب میں منفرد مقام کی حامل ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا مطالعہ اس نقطہ نظر سے کیا گیا ہے کہ یہ کتاب صحیفہ ہدایت ہے، جو انفرادی و اجتماعی زندگی کا مکمل ضابطہ پیش کرتی ہے۔ تفہیم القرآن کے حواشی میں بالالتزام قرآن کریم کی اخلاقی، تمدنی، معاشی، سیاسی، قانونی اور بین الاقوامی تعلیمات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے اور ان کی عصر حاضر کے مسائل و ضروریات سے مناسبت کو بڑے دلنشین انداز میں واضح کیا گیا ہے۔[۱۵۹] تفہیم القرآن میں

ایک نئے طرز کے علم کلام کی بنیاد ڈالی گئی ہے، جو اپنے اندر دور جدید کے الحادی افکار و نظریات اور مغربی تہذیب و تمدن کے پیدا کردہ مسائل کے چیلنج کے مقابلے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ تفہیم القرآن کے اس ''علم کلام'' کے نمایاں خط وخال حسب ذیل ہیں:

(۱) اس نئے علم الکلام میں وحی، عقل اور انسانی تجربات و مشاہدات کی حقیقت اور ان کے صحیح مقام کے تعین کی کوشش کی گئی ہے۔ عقل اور انسانی تجربات کی حدود (limitations) کو واضح کیا گیا ہے اور ان دونوں پر وحی کی فوقیت و برتری کو ثابت کیا گیا ہے اور محکم دلائل سے دکھایا گیا ہے کہ انسان خدا کی رہنمائی کا محتاج ہے اور اس رہنمائی کے ماننے اور اس پر عمل کرنے پر ہی اس کی نجات اور فلاح منحصر ہے۔[۱۶۰] پھر ہدایت کے باب میں قرآن حکیم کی ابدیت اور رشدو ہدایت کے ربانی نظام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و منصب کو اجاگر کیا گیا ہے۔ آپؐ کے اسوہ حسنہ اور حدیث و سنت کی اہمیت و حجیت کو واضح کیا گیا ہے۔[۱۶۱]

(۲) تفہیم القرآن میں سید مودودی نے اسلام کے عقائد و بنیادی تصورات کی تشریح میں روایتی معتزلی، اشعری و ماتریدی منہاج کی پیروی کے بجائے ایک نیا اسلوب اور طریقہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے اسلامی عقائد اور بنیادی تصورات، توحید، نبوت و رسالت، آخرت، ملائکہ، مسئلہ تقدیر اور جبرو اختیار جیسے مسائل و مباحث پر منطقی، فلسفیانہ اور دقیق کلامی انداز سے ہٹ کر خالص علمی انداز سے بحث کی ہے۔[۱۶۲] تفہیم القرآن میں کلامی مسائل پر بحث میں انحرافی افکار کی مؤثر تردید و تنقید بھی موجود ہے۔ برصغیر میں عوامی و رسوماتی مذہب (popular Islam) کے حوالے سے استمداد لغیر اللہ، علم غیب اور عبادت و استعانت جیسے موضوعات پر بھی مفصل بحثیں بھی اس میں موجود ہیں۔[۱۶۳] اس تفسیر میں عقیدہ ختم نبوت پر بڑے حکیمانہ انداز میں کلام کیا گیا ہے۔[۱۶۴]

(۳) تفہیم القرآن میں جس علم کلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، اس میں اسلامی ارکان و احکام مثلاً پردہ، حرمت سود، مشروعیت جہاد و قربانی، حدود و تعزیرات، حرمت خمر و قمار اور دیگر احکام شرعیہ کی حکمت و فلسفہ کو جدید ذہن کی نفسیات کو پیش نظر رکھ کر واضح کیا گیا ہے۔ اس میں دور جدید کے مسائل کے حل میں احکام شرعیہ کی افادیت و معقولیت (rational) کو خصوصی طور سے موضوع بنایا گیا ہے تاکہ عالم اسلام پر مغرب کے تہذیبی غلبہ کے سبب جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے اذہان میں مذہب کی حقیقت و افادیت اور احکام شرعیہ کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ ہوسکے اور دین اسلام کی ابدیت و صداقت اور اس کی دائمی اثر انگیزی پر ان کا یقین اور اعتماد از سر نو قائم

و بحال ہوسکے۔ اس میں مغرب کے تہذیبی و فکری تسلط کے سبب پیدا ہونے والے مسائل مثلاً ضبط و لادت اور سود کے مفاسد کو عقلی و عملی انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ متجد دین و منحرفین کے خیالات و افکار کی تنقید و تردید اس تفسیر کا ایک امتیازی وصف ہے۔ جابجا اس میں ان دونوں گروہوں کی کج فہمی و کج فکری کو عیاں کیا گیا ہے۔(۱۶۵)

(۴) اس تفسیر کا نمایاں ترین پہلو (کلامی حوالے سے) یہ ہے کہ اس میں حکومت الٰہیہ کے تصور کی توضیح و تنقیح کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مملکت و حکومت کی بابت اسلام کے اصول و تعلیمات کو جس قدر شرح و بسط سے اس تفسیر میں اجاگر کیا گیا معاصر تفسیری ادب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(۵) تفہیم القرآن میں یہودیت، نصرانیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا گیا ہے، اس میں کوشش کی گئی ہے کہ ان اعتراضات کا جواب دیا جائے جو مسیحی اہل قلم یا مغربی مستشرقین نے قرآن حکیم پر کئے ہیں۔ اس تفسیر میں جدید سیاسی و معاشی اور فلسفیانہ نظریات و تحریکات کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ان کی ناکامیوں، کوتاہیوں اور مختلف انسانی معاشروں پر مرتب ہونے والے ان کے منفی اثرات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات و اصول کی افادیت و صالحیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ یوں تفہیم القرآن میں تقابل ادیان و نظریات جدیدہ کے انتقادی مطالعہ کا ایک نیا منہج قائم کیا گیا ہے۔(۱۶۶) تفہیم القرآن میں مغربی تہذیب و تمدن اور اس کی فکری بنیادوں کی تنقید و تردید کا خصوصی طور سے التزام کیا گیا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس میں مغرب کے لادینی افکار و نظریات پر کاری ضرب لگائی گئی ہے اور مغرب کے جدید افکار و تحریکات کے زیر اثر افراد کے سامنے قرآنی تعلیمات کو مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس میں عقلی دلائل اور تاریخی حالات و واقعات کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تعمیر و تشکیل میں خدا کی رہنمائی کا محتاج ہے اور اس کی نجات اور فلاح و سعادت کا انحصار ربانی رشد و ہدایت یعنی وحی و الہام پر ایمان اور اس کی پیروی کرنے پر ہے۔

مختصر یہ کہ تفہیم القرآن عصر جدید کی وہ تفسیر ہے جس نے تطہیر و تعمیر افکار کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ عصر جدید میں اسلامی عقائد اور احکام و تعلیمات کے اثبات اور مغرب کی طرف سے درپیش فکری و تہذیبی چیلنج کے جواب میں برصغیر ہی نہیں بلکہ سارے عالم اسلام میں وجود میں آنے والے کلامی تفسیری ادب میں اسے بلاشبہ ایک منفرد و بلند مقام حاصل ہے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے

اپنے اس علمی شاہکار میں عصر جدید کے تحدیات کے تناظر میں قرآنی تعلیمات کی تفہیم و تشریح میں جو آسان فہم اسلوب بیان اختیار کیا ہے، اس کے سبب جدید تعلیم یافتہ نوجوان طبقے میں اسے دیگر تفاسیر کے مقابلے میں غیر معمولی طور پر مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ تفہیم القرآن کو اپنی ان خصوصیات کے باوجود بعض علمی و فکری حلقوں کی طرف سے نقد و احتساب کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ اس پر کی جانے والی تنقید کا تعلق سید مودودی کے اسلوب ترجمہ (کہ انہوں نے ترجمہ کے عام رائج الوقت اسلوب کو چھوڑ کر آزاد ترجمانی کا انداز اختیار کیا ہے)، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات کی تفہیم و تشریح اور حکومت الٰہیہ کے بارے میں ان کے تصورات اور بعض فقہی آراء سے ہے۔[۱۶۷] تاہم متعدد اہل علم نے ان مختلف حلقوں کی طرف سے تفہیم القرآن پر وارد ہونے والے اعتراضات کا علمی طور پر مؤثر انداز میں جواب دیا ہے۔[۱۶۸]

۹) مجموعہ تفاسیر فراہی: علامہ حمید الدین فراہی (۱۸۶۲۔۱۹۳۰ء)[۱۶۹] عصر حاضر کے وہ مفکر اور ماہر قرآنیات ہیں کہ جنہوں نے فہم قرآن کے اصول و مبادی کی تنظیم و تنقیح نو کی اور تفسیر قرآن میں ایک مجتہدانہ اسلوب و منہاج کو رواج دیا۔[۱۷۰] مولانا فراہی نے قرآنیات پر اپنی تصانیف میں نظم قرآن کا ایک وسیع اور جامع تخیل پیش کیا ہے، ان کے اس تصور نظم قرآن کے مطابق قرآن حکیم اپنی ترکیب، معنی و مواد اور موضوع کے لحاظ سے شروع سے آخر تک بلحاظ آیات و سورہ جات، ایک منظم و مربوط کتاب ہے، جس کی چھوٹی بڑی سورتیں دراصل اس کے ابواب و فصول ہیں۔ قرآن کی ہر سورۃ میں ایک مرکزی موضوع (عمود) پایا جاتا ہے اور سورت کی تمام آیات اس مرکزی موضوع کی توضیح و تشریح کرتی ہیں اور وہ اس سے اس طرح سے جڑی ہوتی ہیں کہ ہر سورۃ ایک مکمل وحدت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر سورۃ کا ماقبل اور مابعد کی سورۃ سے ایک فطری ربط و مناسبت پائی جاتی ہے، یوں تمام سورتیں اور آیات موضوع کے اعتبار سے اس طرح باہم مربوط اور ایک دوسرے سے منسلک ہیں کہ پورا کلام ایک منظم و مربوط کتاب بن جاتا ہے۔ مولانا فراہی کی رائے میں قرآن کے صحیح فہم کی کلید نظم قرآن میں پوشیدہ ہے، جس کے بغیر اس کے معارف و حِکَم تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ اس اصول کی طرف سے بے اعتنائی سے ایک طرف تو تفسیر و تأویل میں غیر معمولی اختلافات نے جنم لیا، دوسری طرف اسی راہ سے امت کے اندر باہمی اختلاف و افتراق اور عداوت و منافرت کے جذبات پیدا ہوئے۔[۱۷۱] مولانا فراہی نے نظم قرآن کی حقیقت کو قوی نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور قرآن حکیم کی آخری سورتوں کی تفسیر میں اس نظریہ کو عملاً برتا بھی ہے۔ ان سورتوں کا تفسیری مجموعہ ''نظام القرآن'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔[۱۷۲] مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے

اس کا اردو ترجمہ ''مجموعہ تفاسیر فراہیؒ'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔

''مجموعہ تفاسیر فراہیؒ'' میں مولانا فراہی کے اسلوب تفسیر کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن حکیم کے طرز استدلال کو اجاگر کیا ہے۔ مولانا نے علمی طور پر ثابت کیا ہے کہ قرآن کا استدلال نہایت محکم اور دلکش ہوتا ہے، وہ بہت جلد فطرت (انسانی) کو اپیل کرتا ہے۔ اس کے برعکس متکلمین کے دلائل فریق مخالف کو خاموش تو کرسکتے ہیں، مگر وہ فطرت کو اپیل کرنے اور قلب و ذہن کو متاثر کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں۔ مولانا کی رائے میں ملحدین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے بھی قرآن پاک ہی سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے کہ اس صورت میں کامیابی کے امکانات زیادہ قوی اور روشن ہوتے ہیں۔(۱۷۳) موصوف فراہی نے متکلمین کے طرز استدلال پر شدید نقد کیا ہے کہ جنہوں نے مخالفین کے رد میں قرآن کی ایسی تاویل کی جو خود قرآن کے منشاء کے خلاف تھی۔(۱۷۴) مولانا فراہی نے تفسیر القرآن بالقرآن پر بڑا زور دیا ہے، اوراپنی تفسیر میں احادیث و روایات کے بارے میں جمہور مفسرین کے مقابلے میں ایک مختلف نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔ وہ تفسیر قرآن میں صرف ایسی احادیث قبول کرنے کے حق میں ہیں جو (ان کے بقول) قرآن کی تائید کرتی ہوں نہ کہ وہ جو اس کے نظام کو درہم برہم کر دیں۔ اسی طرح وہ ایسی روایات جو (ان کے خیال میں بظاہر قرآن کے خلاف معلوم ہوتی ہیں) کی تأویل کو ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ وہ قرآن کے موافق ہوجائیں، کیونکہ قرآن کی حیثیت ایک مرکز کی ہے اور تمام حدیثیں مختلف جہتوں سے اس کی طرف لوٹتی ہیں۔ مولانا فراہی نے اپنی تفسیر میں متقدمین مفسرین کے تفسیری اقوال کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھا ہے، انہوں نے ان اقوال کی نقل کے طریقہ کو نامناسب خیال کرتے ہوئے اس کے بالمقابل براہ راست قرآن مجید میں خود قرآن مجید کی روشنی میں غور وفکر کے طریقہ کو ترجیح دی ہے۔(۱۷۵)

تاہم یہ بات بڑی اہم ہے کہ مولانا فراہی نے تفسیر قرآن میں اپنے مؤقف کی تائید میں گزشتہ آسمانی کتب سے بھرپور استشہاد و استدلال کیا ہے۔(۱۷۶) ان کے اسلوب تفسیر کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ انہوں نے خوارق عادات واقعات و معجزات کی عقلی و سائنسی تعبیر و تشریح کی ہے۔ سورۃ الفیل کی تفسیر کو اس ضمن میں ایک عمدہ مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔(۱۷۷)

مولانا فراہی نے قرآنی معانی و مطالب کی تفہیم اور اس کے اسرار و حِکم اور حقائق و معارف تک رسائی کے لیے نظم قرآن کا جو جامع اور وسیع و عمیق تصور پیش کیا ہے اور پھر مختلف سورتوں کی تفسیر میں

اس کی تطبیق کی سعی کی ہے، اس کی نظیر متقدمین و متاخرین کی تفاسیر میں نہیں ملتی۔ مولانا فراہی کا یہ وسیع علمی کارنامہ بلاشبہ فہم قرآن کے لیے نئی راہیں کھولتا ہے۔ تاہم ان کی تفسیر نظام القرآن (اردو ترجمہ مجموعہ تفاسیر فراہی) لغزشوں سے خالی نہیں۔ انہوں نے ایک طرف نظم قرآن کے اصول کی تطبیق میں تکلف سے کام لیا ہے اور بعض مقامات پر معتزلہ و عقلیین کی طرح احادیث و روایات کے ساتھ بے اعتنائی و بے التفاتی کا رویہ اختیار کیا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بڑے متوازن و حقیقت پسندانہ انداز میں مجموعہ تفاسیر فراہی کے محاسن و کمالات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس میں موجود بعض لغزشوں کی نشاندہی ہے۔[۱۷۸]

۱۰۔ تدبر قرآن: علامہ حمید الدین فراہی نے فہم قرآن کے لیے جو اصول و مبادی متعین کیے تھے۔ ان کو بنیاد بناکر وہ قرآن حکیم کی صرف چند آخری سورتوں اور سورۃ البقرہ اور آل عمران کی کچھ آیات کی تفسیر لکھ سکے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے علوم و افکار کی نشرواشاعت کا بیڑا ان کے ایک ممتاز شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۰۳۔۱۹۹۷ء) نے اٹھایا۔[۱۷۹]

مولانا امین احسن اصلاحی کا اہم ترین علمی و فکری کام ''تدبر قرآن'' کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے اپنے استاد مولانا فراہی کے تفسیری اصول و متعینہ خطوط اور ان کے منہج و اسلوب کی پیروی کی ہے اور ان کے افکار و خیالات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اسی لیے اسے فراہی مکتب فکر کی مستند تفسیر کا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔ تدبر قرآن میں مولانا اصلاحی کا اسلوب قرآن مجید میں براہ راست غور وفکر کا ہے۔ وہ اپنے استاد فراہی کی طرح قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قرآن کو اس کی زبان عربی کے ان محاوروں (جاہلی ادب) کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو نزول قرآن کے وقت مستعمل تھے۔ اس کے علاوہ قرآن کے نظائر کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔[۱۸۰] مولانا اصلاحی کے طرز تفسیر میں قرآن کریم کے داخلی نظم کو مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا اصلاحی کے تصور نظم قرآن کے مطابق قرآن کریم ایک انتہائی منظم اور مربوط ترین کتاب ہے۔ اس کی تمام سورتیں جوڑا جوڑا ہیں۔ ہر سورت اپنا مثنیٰ رکھتی ہے۔ ان دونوں میں اسی طرح کی مناسبت ہے جیسے زوجین میں ہوتی ہے۔ ایک میں جو پہلو مخفی ہے دوسری اس کو اجاگر کرتی ہے۔ ہر سورت ایک مربوط وحدت ہے۔ جس کا ایک معین عمود (مرکزی مضمون) ہے۔ اس کی ایک تمہید ہوتی ہے۔ جس کے بعد اس کے پیغام کی تشریح اور اس کے حق میں دلائل بیان ہوتے ہیں اور آخر میں خاتمہ کلام کی آیات ہوتی ہیں۔ جس طرح ایک سورت کے اندر تمام آیات باہم مربوط اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح تمام سورتیں باہدگر مربوط ہیں۔[۱۸۱] مولانا اصلاحی

نے قرآن حکیم کی سورتوں کی زمرہ بندی (grouping) بھی کی ہے ان کی رائے میں یہ سورتیں سات زمرات (گروہوں) میں منقسم ہیں۔ ہر گروہ کا ایک خاص عمود (مرکزی موضوع) ہے، اس کا اپنا ایک مزاج ہے، جس میں بڑی فصاحت و بلاغت سے عمود کی تشریح کی گئی ہے۔ مولانا اصلاحی کی رائے میں قرآن حکیم کی یہ سات گروہوں میں تقسیم منصوص (خود قرآن سے ثابت) ہے جس کے دلائل خود قرآن میں موجود ہیں، اس کے ثبوت میں وہ سورۃ حجر کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

وَلَقد اٰتینکَ سَبعاً مِّنَ الْمَثَانِیَ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (الحجر۱۵: ۸۷)

''اور ہم نے تم کو سات مثانی اور قرآن عظیم عطا کیے''

مولانا کے نزدیک یہ آیت ان سات گروپوں کی طرف اشارہ کرتی ہے، اس سے بار بار دھرائی جانے والی سات آیات (سورۃ فاتحہ) ہرگز مراد نہیں، جیسا کہ عام طور سے سمجھا گیا ہے۔(۱۸۲) مولانا کی رائے میں قرآن کی یہ ترتیب عقلی اور سائنٹفک ہے اور حکمت پر مبنی ہے اس ترتیب سے ہم قرآن اور اسلام کے پورے معنوی نظام کو سمجھ سکتے ہیں، جبکہ کسی دوسری ترتیب سے یہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی۔(۱۸۳) یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تدبر قرآن میں نظم قرآن کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔

تدبر قرآن کا ''نظم قرآن'' کے اثبات کے علاوہ کلامی حوالے سے دوسرا نمایاں ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں قرآن کی منطق اور اس کی حکمت و فلسفہ کی بنیادوں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس کا عقلی استدلال اور اس کی حجت دلنشین انداز میں سامنے آئے اور متکلمین کے فرسودہ انداز استدلال اور قرآن کے فطری استدلال میں جو فرق ہے وہ اچھی طرح واضح ہوجائے۔ مولانا اصلاحی کی رائے میں ''متقدمین متکلمین کی تفاسیر پر علم کلام کے غلو نے قرآن مجید کی قطعیت کو اور زیادہ مشتبہ کردیا ہے کیونکہ متکلمین کے نام نہاد عقلی دلائل کے مقابلے میں خود قرآن مجید کے الفاظ کی دلالت بالکل بے وزن ہوکے رہ گئی اور تفسیر پر تمام تر بھروسہ ان برہانیات پر رہ گیا، جو ہمارے ان متکلمین کے ذہنوں کی پیداوار تھیں۔ ان تفاسیر کا مقصد درحقیقت قرآن مجید کی تفسیر لکھنے سے زیادہ ان افکارو نظریات کے لیے دلائل فراہم کرنا تھا جو ان تفسیروں کے لکھنے والوں نے اپنے متکلمانہ طرز سے پیدا کیے تھے۔ مولانا اصلاحی ان متکلمین کی کلامی جدلیات، منطقی خیال آرائیوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کو فہم قرآن کی راہ میں سنگ گران قرار دیتے ہیں''۔(۱۸۴)

مولانا اصلاحی کے نزدیک قرآن حکیم اپنی تعلیمات پر خود دلیل و حجت ہے لہٰذا کسی خارجی دلیل کا محتاج نہیں۔ ''اسلام کا پورا نظام'' توحید، رسالت اور معاد جیسی تین محکم بنیادوں پر قائم ہے اور

قرآن کریم کی معتدبہ آیات ایسی ہیں جو اسلام کی تین بنیادی تعلیمات کے دلائل و براہین پر مشتمل ہیں۔ قرآن کریم نے توحید، رسالت اور معاد کے اثبات و احقاق اور ان کی بابت غلط عقائد و تصورات کے ابطال کے لیے انتہائی سادہ اور دلنشین دلائل آفاق و انفس استعمال کیے ہیں جو ہر عہد کے قلوب و اذہان کو مطمئن کرنے کے لیے کافی و شافی ہیں۔(۱۸۵) مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی کتب ''حقیقت توحید'' اور ''حقیقت شرک'' میں بالاختصار اور تدبر قرآن میں انتہائی شرح وبسط کے ساتھ قرآن کے عقلی و فطری طرز استدلال (جسے وہ قرآنی حکمت و فلسفہ یا پھر قرآنی علم کلام سے موسوم کرتے ہیں) کو خوب اجاگر کیا ہے۔ وہ ''حقیقت شرک و توحید'' کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

> ''اس کتاب کے لکھنے سے مقصود یہ تھا کہ دین کے بنیادی عقائد کی وضاحت قرآن حکیم کے فطری عقلی دلائل کی روشنی میں کی جائے۔ ہمارے متکلمین نے ان مسائل پر جس منہج سے بحث کی ہے، وہ یونانیوں کے فرسودہ طریق استدلال سے ماخوذ ہے، جس کے اندر عقل و فطرت کے لیے کوئی اپیل نہیں۔ میں نے چاہا کہ قرآنی علم کلام کا پورا سلسلہ مرتب کردیا جائے یعنی شرک اور توحید اور معاد سے متعلق تمام سوالوں کے جوابات بھی قرآن کی روشنی میں دیئے جائیں کہ قرآن کی عقلیت بھی آشکارا ہو اور عصر حاضر کے ذہن نے نئی نسل کے ذہنوں میں جو زہر پھیلائے ہیں، ان کا تریاق بھی فراہم ہو۔ افسوس کہ میں کلیۃً تفسیر [تدبر قرآن] کی طرف متوجہ ہوجانے کے سبب اس سلسلہ کی دوپیش نظر کتب ''حقیقت رسالت'' اور ''حقیقت معاذ'' مرتب نہ کرسکا، لیکن ان تمام مسائل پر تدبر قرآن میں اتنی وضاحت کے ساتھ بحث کررہا ہوں کہ میرے رفقاء میں سے کسی کو فرصت ہو، تو بڑی آسانی سے ''حقیقت رسالت'' اور ''حقیقت معاذ'' کے لیے سارا مواد تفسیر کے صفحات میں سے فراہم کرلیں گے''۔(۱۸۶)

مولانا اصلاحی نے تدبر قرآن میں دین اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت اور معاد کی توضیح و تشریح قرآن کے عقلی و فطری دلائل و براہین کی روشنی میں انتہائی شرح و بسط کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت و یکتائی پر جابجا آثار کائنات و فطرت انسانی (جسے وہ اکثر دلائل آفاق وانفس کے نام سے یاد کرتے ہیں) سے استدلال کیا ہے۔ اسی طرح وہ صفات الٰہیہ حیات وقیومیت، رحمت و ربوبیت اور قدرت و حکمت اور ان کے اسرار و مقتضیات پر بحث کرتے ہوئے ان سے رسالت کی ضرورت، قانون مجازات، انعقاد قیامت، قیام عدل اور جزا و سزا پر استدلال کرتے ہیں۔ وہ معاد کو کارخانہ قدرت کے بالحق ہونے کے علاوہ انسان کے مرتبہ خلافت کا لازمی

تقاضا قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے بڑے دلنشیں پیرائے میں کائنات میں جاری حق و باطل اور خیر و شر کی کشمکش کے حوالے سے جاری بقائے انفع کے اصول سے غلبہ حق و صداقت پر بھی استدلال کیا ہے۔ اسی طرح وہ جابجا فلسفہ کائنات پر بھی بحث کرتے ہیں۔(۱۸۷) مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر میں مفصل طور سے قرآنی احکام کی حکمتیں بھی بیان کی ہیں(۱۸۸) اور اسلام کے بعض اوامر و نواہی مثلاً حدود و تعزیرات کے متعلق جدید ذہنوں میں اٹھنے والے شکوک و شبہات عقلی انداز میں رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔(۱۸۹) اسی طرح انہوں نے مغرب کے زیر اثر مسلم معاشروں میں در آنے والے بعض رجحانات مثلاً خاندانی منصوبہ بندی کے نظریے کی لغویت کو بھی واضح کیا ہے۔(۱۹۰)

مولانا اصلاحی نے ''تدبر قرآن'' میں نہایت مربوط و منظم انداز میں دعوت دین اس کے اصول و مبادی، طریق کار، اور اس کے مراحل کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے انبیاء کے اسلوب دعوت کے علاوہ ان کی دعوت اور مصلحین و مفکرین کی دعوت اور ان کی تحریکوں کے مابین فرق و امتیاز کو بھی اجاگر کیا ہے۔(۱۹۱) مولانا نے قدیم کلامی مباحث مثلاً جبر و اختیار کی تصریح کے علاوہ غالی صوفیاء کے تصورات(۱۹۲) اور اسلامی فرقوں میں سے شیعہ کے عقائد (بالخصوص حفاظت قرآن اور متعہ کے بارے میں) پر نقد کیا ہے(۱۹۳) اور سابق کتب الہامی کے داخلی تضادات پر نگاہ بھی ڈالی ہے۔(۱۹۴)

اگرچہ تدبر قرآن کے کلامی مباحث کا دائرہ کافی وسیع ہے، تاہم اس حوالے سے مرکزی و بنیادی حیثیت نظم قرآن کے بعد۔اثبات توحید و رسالت اور معاد اور رد شرک کو حاصل ہے۔ اثبات توحید و رسالت اور معاد کے بارے میں مولانا اصلاحی نے جو طرز استدلال اختیار کیا ہے وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے اس طرز استدلال سے گہری مماثلت و ہم آہنگی رکھتا ہے، جو انہوں نے ترجمان القرآن بالخصوص تفسیر سورۃ فاتحہ میں اختیار کیا ہے۔ ان دونوں مفسرین کے طرز فکر و نظر میں موافقت و ہم آہنگی کا اہم پہلو یہ ہے کہ دونوں ہی فہم قرآن کی راہ میں متکلمانہ موشگافیوں کو سنگ گراں قرار دیتے ہیں، دونوں نے متکلمین مفسرین بالخصوص امام رازی کو شدید تنقید کا ہدف بنایا ہے۔ علاوہ ازیں دونوں ہی نے اسلام کی اساسی تعلیمات، (توحید، رسالت، معاد) کی توضیح و تشریح اور ان کے احقاق و اثبات کے لیے منطقی و فلسفیانہ طرز استدلال کے بجائے آثار کائنات و فطرت انسانی سے استدلال کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے یہ دونوں مفسرین خاص اس حوالے سے امام ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ رشید ابن قیم کے طرز فکر کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔

مولانا اصلاحی نے تفسیر قرآن میں احادیث و روایات کے بجائے زیادہ تر انحصار قرآن کے داخلی

نظم اورقدیم ''ادب جاہلی'' پر کیا ہے۔ احادیث و روایات سے بے اعتنائی کے سبب بعض احکام و مسائل اور قرآنی قصص و واقعات کی توضیح و تشریح میں ان کا نقطۂ نظر جمہور کی رائے سے قطعی مختلف نظر آتا ہے--- چنانچہ بعض علمی حلقوں کی طرف سے ''تدبر قرآن'' پر نقد بھی کیا گیا ہے۔[۱۹۵]

سطور بالا میں بنیادی طور پر صرف انہی تفاسیر کو موضوع بنایا گیا ہے، جو برصغیر پاک و ہند میں مسلم سلطنت کے سقوط اور برطانوی اختیار و اقتدار کے قیام و استحکام اور خطے میں جدید مغربی افکار و خیالات کی اشاعت کے زیر اثر وجود میں آئیں یا پھر چند ایسی تفاسیر، جن میں تجدد و مغربیت کی تردید کی گئی ہے، اسلامی عقائد و احکام کی حقانیت کو ثابت کیا گیا ہے اور ان پر مخالفین و مترد دین کی طرف سے وارد کیے جانے والے اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔ یہ وہ تفاسیر ہیں جن پر ایک طرح سے کلامی اسلوب غالب ہے۔ بلاشبہ ان تفاسیر میں جدید دور میں برصغیر پاک و ہند کے دینی تفکر کے مختلف رجحانات و میلانات کا بھرپور طور سے اظہار ہوا ہے۔

ان متذکرہ بالا تفاسیر کے علاوہ مولانا وحیدالزماں (م۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)[۱۹۶] کی 'تفسیر وحیدی'،[۱۹۷] مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء)[۱۹۸] کی 'بیان القرآن'،[۱۹۹] علامہ شبیر احمد عثمانی (م۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء)[۲۰۰] کی 'تفسیر عثمانی'،[۲۰۱] مفتی محمد شفیع (۱۳۱۴/۱۸۹۷-۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) کی 'معارف القرآن'[۲۰۲] اور پیر محمد کرم شاہ الازہری (م ۱۹۹۹ء) کی تفسیر 'ضیاء القرآن'[۲۰۳] جن کا شمار مقبول عام اردو تفاسیر میں ہوتا ہے، میں بھی عمدہ کلامی مباحث موجود ہیں۔

برصغیر کی اردو تفاسیر میں چند ایک ایسی بھی ہیں، جو اس خطے میں اہل السنّت والجماعۃ کے دو معروف مکاتب فکر (بریلوی و دیو بندی) کے درمیان فروعی اختلافات کی آئینہ دار ہیں۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) کے ترجمہ قرآن 'کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن' پر مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حواشی 'خزائن العرفان فی تفسیرالقرآن'[۲۰۴] میں بریلوی عقائد کے اثبات کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔[۲۰۵] بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے عالم دین مفتی احمد یار خان نے مولانا احمد رضاخاں کے ترجمہ قرآن پر حواشی 'نورالعرفان فی حاشیۃ القرآن المعروف بہ مختصر تفسیر نعیمی'[۲۰۶] کے علاوہ 'تفسیر نعیمی' کے نام سے قرآن حکیم کی ایک مفصل تفسیر بھی تصنیف کی ہے۔ مصنف نے ان دونوں تفاسیر میں شرح و بسط سے بریلوی مسلک کے عقائد پر کلام کیا ہے۔[۲۰۷] سید محمد احمد ابوالحسنات قادری (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) کی تصنیف 'تفسیر الحسنات بآیات بینات' بھی اسی مکتب فکر کی ایک اہم تفسیر ہے۔[۲۰۸] بریلوی عقائد کی تردید میں مولانا

حسین علی (۱۸۶۳ـ۱۹۴۴ء) کی تفسیر 'بُلغة الحیران فی ربط آیات الفرقان'[۲۰۹] اور ان کے تلمیذ مولانا غلام اللہ خاں (۱۹۰۵ـ۱۹۸۰ء) کی 'جواہر القرآن' بڑی اہم ہیں۔[۲۱۰] ان دونوں تفاسیر میں عقیدہ توحید کی توضیح و تنقیح کے ساتھ ساتھ بریلوی مکتب فکر کے عقائد اور عامۃ الناس میں رائج بدعات کی تردید کا خوب اہتمام کیا گیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کا تفسیری ادب اس امر کا غماض ہے کہ اس خطے کے علماء و مفسرین ملت اسلامیہ کو درپیش (دور جدید کے) سیاسی، تہذیبی و معاشرتی اور فکری و نظریاتی مسائل و تحدیات سے ہرگز طور پر لاتعلق یا غافل نہیں رہے۔ انہوں نے ان مسائل و تحدیات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کتاب الٰہی 'قرآن حکیم' کو اپنے تفکر و تدبر کا محور بنایا اور پھر اپنی اپنی ذہنی و فکری ساخت اور فہم قرآن کے مطابق ملت کی دینی و فکری رہنمائی کا وظیفہ انجام دیا۔ ان علماء و مفسرین کی (قرآن فہمی کے لیے) ان کاوشوں کی بدولت عامۃ الناس میں قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے کام کو بڑی مدد ملی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مختلف سیاسی و ملی اور تہذیبی و نظریاتی مسائل کے حل یا پھر ان کے بارے میں اپنا مؤقف و نقطہ نظر متعین کرنے کی غرض سے رہنمائی کے حصول کے لیے وحی ربانی ''فرقان حمید'' کی طرف رجوع کا رجحان عام ہوا ہے۔

حواشی و تعلیقات

۱۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: آر۔اے۔نکلس، A Literary History of the Arabs، سرے (یو کے): کرزن پریس، (۱۹۹۳ء)، ص ۲۵۸۔۲۶۴؛ سید امیر علی، The Spirit of Islam، کراچی (۱۹۸۴ء)، ص ۲۶۳۔ ۲۷۰؛ سید حسین نصر، Science and Civilization in Islam، لاہور: سہیل اکادمی (۱۹۹۲ء)، ص۱۲۔۲۵؛ De Lacy O`Lary، How Greek Science Passed to the Arabs نئی دہلی: ورڈبکس (۲۰۰۱ء)، ص ۱۵۵۔۱۷۵؛ وہی مصنف، Islamic Thought and its Place in History، نئی دہلی: گڈورڈبکس (۲۰۰۱ء)، ص ۱۰۵۔۱۲۳

۲۔ شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام ، کراچی: نفیس اکیڈمی (۱۹۷۹ء)، ص ۳۴۔۳۵

۳۔ معتزلہ کے عقائد و خیالات اور ان کی علمی و فکری معرکہ آرائیوں اور ان کے علم کلام کے لیے دیکھئے: میرولی الدین، "Mu`tazilism" در A History of Muslim Philosophy، (مرتبہ: ایم۔ایم۔شریف)، کراچی: رائل بک کمپنی (۱۹۸۳ء)، ج ۱، ص ۱۹۹۔۲۱۹؛ زہدی حسن جاراللہ، تاریخ معتزلہ (مترجم: سید رئیس احمد جعفری)، کراچی: ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، (۱۹۶۹ء)؛ The Spirit of Islam، ص ۴۰۳۔۴۵۴؛ A Literary History of the Arabs، ص ۲۲۲۔۲۲۴، ۳۶۷۔۳۷۷؛ Islamic Thought and its Place in History، ص ۱۲۳۔۱۳۴؛ ایم۔عبدالحلیم، "Early Kalam" در History of Islamic Philosophy (مرتبہ: سید حسین نصر)، لندن: (۱۹۹۶ء)، ج ۱، ص ۷۳۔۷۸

۴۔ معتزلہ کے اعتقادات اور آیات قرآنی کی عقلی تعبیرات کے لیے ملاحظہ کیجئے: عبدالکریم الشہرستانی، الملل و النحل، القاہرہ: مکتبہ الانجلو المصریۃ (۱۹۸۹ء)، ص ۴۹۔۵۵؛ دو بوئر ٹی۔جے، تاریخ فلسفہ اسلام (مترجم: ڈاکٹر عابد حسین)، لاہور: فکشن ہاؤس (۱۹۹۴ء)، ص۳۹۔۴۳؛ فضل الرحمٰن ،زمخشری کی تفسیر الکشاف-ایک تحلیلی جائزہ، علی گڑھ: دینیات فیکلٹی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (۱۹۸۲ء)؛ محمد حسین الذہبی، الاتجاہات المنحرفۃ فی تفسیر القرآن الکریم، الکویت: دارالاعتصام، ص ۵۰-۵۳

۵۔ معتزلی مفسرین اور ان کی کتب تفاسیر کے لیے دیکھیے: محمد حسین الذہبی ،التفسیر و المفسرون، القاہرہ: دار احیاء التراث العربی (۱۳۹۶ھ)، ج ۱، ص ۳۷۳۔۴۶۰؛ رشید احمد جالندھری، علم تفسیر اور مفسرین، لاہور: المکتبۃ العلمیۃ (۱۹۷۱ء)، ص ۳۶۔۴۶؛ مظہر الدین صدیقی،

"Some Aspects of th Mu'tazili Interpretation of the Qur`an"

در Islamic Studies، ۲:۱ (۱۹۶۳ء) ۹۵۔۱۲۰

۶۔ ابو مسلم الاصفہانی کی یہ تفسیر ناپید ہوچکی ہے البتہ امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر "مفاتیح الغیب" میں جابجا ابومسلم کے تفسیری اقوال نقل کیے ہیں (دیکھئے: علامہ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، (مرتبہ: سید سلیمان ندوی)، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن (۱۹۹۳ء)، ج۴، ص ۴۱۔۴۶)۔ بعض مؤلفین نے تفسیر رازی میں ابو مسلم سے منسوب ان تفسیری اقوال کو یک جا کر کے کتاب کی صورت میں مدون کردیا ہے۔ اس طرح کا ایک مجموعہ مکتبۃ الجامعہ، القاہرہ میں موجود ہے (بحوالہ التفسیر والمفسرون، ج ۱، ص ۳۸۸۔۳۸۹) ابو مسلم کے تفسیری اقوال کا ایک مجموعہ مولانا سعید انصاری نے بھی مرتب کیا تھا جو ندوۃ المصنفین، اعظم گڑھ (۱۹۲۴ء) سے شائع ہوچکا ہے۔ ادارہ

ثقافت اسلامیہ، لاہور نے بھی ابومسلم کے تفسیری اقوال کو ''مجموعہ تفاسیر ابومسلم اصفہانی'' (مرتبہ و مترجمہ: سید نصیر شاہ و رفیع اللہ) کے نام سے شائع (۱۹۶۴ء) کیا ہے۔ ابومسلم کے اقوال تفسیر کا ایک مجموعہ جو امام رازی ہی کی تفسیر سے جمع کیا گیا تھا۔ جو ''ملتقط جامع التاویل لحکم التنزیل'' کے نام سے مطبع البلاغ کلکتہ سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

۷۔ التفسیر والمفسرون، ج ا، ص ۳۹۱۔۴۰۲؛ رشید احمد جالندھری، علم تفسیر اور مفسرین، ص ۳۶۔۳۸

۸۔ التفسیر و المفسرون، ج ا، ص ۳۷۳۔۴۰۲

۹۔ الکشاف کے مفصل تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھئے: ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوری، زمخشری کی تفسیر الکشاف-ایک تحلیلی جائزہ۔

۱۰۔ ابو الحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام، (۱۹۸۷ء)، ج ا، ص ۱۱۴۔۱۱۵ امام ماتریدی کے عقائد و افکار کے جائزہ کے لیے دیکھئے:
The Philosophy of Kalam، Harry Austryn Wolfson، کیمبرج ولنڈن(۱۹۷۶ء)، ص ۳۰۔۴۳؛
اے۔کے۔ایم۔ایوب علی، ''Ma'turidism'' در A History of Muslim Philosophy، ج ا، ص ۲۵۹۔۲۷۳؛
Roots of Synthetic Theology in Islam: A Study of the Theology of Abu- Mansur al-Maturidi، Mustafa Ceric،
کوالالمپور: انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سویلائزیشن (۱۹۹۵ء)؛ محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس، فرقہ ماتریدیہ کا اعتقادی منہج، نئی دہلی: مکتبہ ترجمان (۲۰۰۱ء)۔

۱۱۔ امام ابومنصور ماتریدی کی یہ تفسیر القاھرہ (۱۹۷۱ء) اور بغداد (۱۹۸۳ء) سے شائع ہوچکی ہے۔ محمد صغیر حسن معصومی کے قلم سے اس کی سورۃ فاتحہ کا اردو ترجمہ ادارہ تحقیقات اسلامی ،اسلام آباد نے شائع (۱۹۷۱ء) کیا ہے۔ اس تفسیر کے تحلیلی جائزہ کے لیے ملاحظہ کیجئے:
Manfred Gotz، ''Matridi and his Kitab Ta`wilat al-Quran'' در
The Qur`an: Formative Interpretation (مرتبہ: Andrew Rippin)، سڈنی، سنگاپور:
Ashgate(۱۹۹۹ء)، ص ۱۸۱۔۲۱۴

۱۲۔ محمد صغیر حسن معصومی، تفسیر ماتریدی (سورۃ فاتحہ مع ترجمہ)، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی (۱۹۷۱ء)، ص ۲۔۱۰

۱۳۔ فلسفہ و کلام میں امام موصوف کے کارناموں اور تفسیر مفاتیح الغیب کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھئے: سید حسین نصر، "Fakhr al-Din Razi: Life, Significance of Thought, and Works"، در
A History of Muslim Philosophy، ج ا، ص ۶۴۲۔۶۶۵؛ عبدالسلام ندوی، امام رازی، لاہور: ادارہ اسلامیات، (۱۹۸۸ء)؛ ایم۔اے۔محب الدین،
"An Assessment of Imam Fakhr Al-Din Razi's Contribution to Philosophical Theology in his Al-Tafsir Al-Kabir"،
در Hamdard Islamicus، ج۲۰:۳ (جولائی، ستمبر ۱۹۹۷ء)، ص ۷۷۔۸۵؛ الاستاذ عبدالرحمٰن المعلمی، ''تفسیر کبیر اور اس کے تکملہ کے متعلق'' (مترجم: ضیاء الدین اصلاحی)، درمعارف '(اعظم گڑھ) ۸۱:۲ (اگست ۱۹۵۷ء)،

۱۲۵-۱۴۰،   ۸۱:۳ (ستمبر۱۹۵۷)، ص ۲۱۶-۲۳۲؛ ضیاء الدین اصلاحی، ایضاح القرآن، کراچی: یونائٹڈ بک کارپوریشن (س-ن)، ص ۲۰۶-۲۴۸؛ محمد عمار خاں ناصر،'' تفسیر کبیر کا تعارف'' در ماہنامہ 'اشراق' (لاہور)، ۱۴: ۵ (مئی۲۰۰۲ء) ،ص ۲۳-۳۴؛ محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسر ون، ج ۱، ص ۲۹۰-۲۹۵؛

"The Qur'anic Commentary of Imam Fakhr al - Din Al- Razi ، Pere Jomier ::Its Sources and Its Originality"

در International Congress for the Study of the Qur'an Papers، کانبرا: آسٹریلین نیشنل یونیورسٹی، سلسلہ:۱ (۱۹۸۰ء)، ص ۹۳-۱۰۸

۱۴- التفسیر والمفسر ون،ج۱، ص ۲۹۶-۳۰۳

۱۵- ایضاً، ج ۱، ص ۳۲۱-۳۲۷

۱۶- ایضاً،ج ۱، ص ۳۵۲-۳۶۰

۱۷- امام ابن تیمیہؒ کے تجدیدی و اصلاحی کارناموں اور فلاسفہ و متکلمین کے افکار وخیالات پر ان کی تنقیدی آراء کے لیے ملاحظہ کیجئے: ابو الحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۷۹ء)، ج ۲، بالخصوص، ص ۲۳۹-۳۴۰؛ محمد حنیف ندوی، عقلیات ابن تیمیہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۲۰۰۱ء)؛ محمد یوسف کوکن عمری، امام ابن تیمیہ، لاہور: اسلامی پبلشنگ کمپنی (۱۹۶۰ء)؛ محمد ابو زہرہ، حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ (مترجم: رئیس احمد جعفری)، لاہور: المکتبہ السّلفیہ (۱۹۷۱ء)۔

۱۸- امام ابن تیمیہ کے تفسیری اقوال کا ایک مجموعہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن عمیرہ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ''التفسیر الکبیر'' کے نام سے ۷ جلدوں میں دارالکتب العلمیۃ، بیروت سے شائع (۱۹۸۸ء) ہوا ہے۔تفسیر ابن تیمیہ کے تحلیلی جائزہ کے لیے دیکھیے: مولانا یٰسین ندوی، ''تفسیر سورۃ الحمد۔عہد بہ عہد'' در، نقوش، (قرآن نمبر)، شمارہ ۱۴۴ (۱۹۹۸ء)، ص ۲۳۸-۲۴۶؛ مولانا برہان الدین سنبھلی، ''شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور فن تفسیر'' در 'معارف' (اعظم گڑھ)، ۱۴۱:۱ (جنوری ۱۹۸۸ء)، ص ۲۹-۵۰

۱۹- مولانا محمد اویس ندوی نگرامی نے انہیں مدون و مرتب کرکے''التفسیر القیم'' کے نام سے لکھنؤ سے شائع کیا ہے۔

۲۰- مولانا یٰسین ندوی، حوالہ مذکور ۲۴۹-۲۵۷

۲۱- عربی تفاسیر کے لیے دیکھئے: محمد سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، لاہور: ادارہ معارف اسلامی (۱۹۹۳ء)؛ زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۱ء)، ص ۴۳-۶۴

۲۲- فارسی تفاسیر کے لیے دیکھیے: محمد عارف اعظمی عمری، تذکرہ مفسرین ہند، اعظم گڑھ: دارالمصنفین (۱۹۹۵ء)؛ محمد سعود عالم قاسمی، شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، لاہور: المحمود اکیڈمی (۱۹۹۸ء)، باب ۱ (شاہ ولی اللہ کے پیشتر کے فارسی تراجم و تفاسیر کا اجمالی جائزہ)، ص ۲۸-۳۸؛ محمد سلیم خالد، ''پاک و ہند میں قرآن مجید کے فارسی تراجم'' درماہنامہ 'اشراق' (لاہور)، ۱:۱۲ (جنوری ۲۰۰۰ء)، ص ۳۲-۳۹

۲۳- قرآن کریم کے اردو تراجم و تفاسیر کے لیے دیکھئے: صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم، کراچی: میر محمد کتب خانہ (س-ن)؛ سالم قاسمی، جائزہ تراجم قرآنی، دیوبند: مجلس معارف القرآن (۱۹۶۸ء)؛ جمیل نقوی، اردو تفاسیر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان (۱۹۹۲ء)؛ مظفر حسین خان، The Holy Qur`an in South

Asia، ڈھاکہ: بی بی اختر پاکستانی (۲۰۰۰ء)، ص ۲۲۱۔۳۶۲، ۴۶۰۔۵۹۶؛ محمد نسیم عثمانی، اردو میں تفسیری ادب کا ایک تاریخی و تجزیاتی جائزہ،کراچی: عثمانیہ اکیڈمک ٹرسٹ(۱۹۹۴ء)۔

۲۴۔ (ا)۔ دیکھئے: The Holy Qur'an in South Asia،حوالہ مذکورہ۔

۲۴۔ (ب)۔ دیکھئے: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۱۲۲۔۱۳۸

۲۵۔ شاہ ولی اللہ کے تجدید و اصلاحی کارناموں کی تفصیل کے لیے دیکھئے: سید ابوالاعلیٰ مودودی، تجدید و احیائے دین، لاہور: اسلامک پبلیکیشنز(۱۹۸۷ء)، ص۸۹۔۱۱۲؛ سید مناظراحسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ، کراچی: نفیس اکیڈمی(۱۹۸۷ء)؛ سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۸۴ء)، ج۵۔

۲۶۔ اصول ترجمہ قرآن پر شاہ صاحب کا یہ رسالہ خدا بخش لائبریری جرنل (پٹنہ) شمارہ ۱۱۵ (مارچ ۱۹۹۹ء)، ص ۱۰۔۶۱ میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے بارے میں مزید معلومات اور تنقیدی تبصرہ کے لیے ملاحظہ کیجئے: ڈاکٹر احمد خان، ''ترجمہ قرآن کریم میں شاہ ولی اللہ کے اصول و مناہج'' درُ خدا بخش لائبریری جرنل 'شمارہ ۱۱۵ (مارچ۱۹۹۹ء)، ص ۱۔۹ اصول ترجمہ قرآن پر شاہ صاحب کے اس مختصر رسالہ کا اردو میں ترجمہ سید ابوالخیرمودودی نے بھی کیا تھا۔ جو ''اصول ترجمہ قرآن ''کے عنوان سے'المعارف'(لاہور)، ۳۶: ۱۰،۱۲ (اکتوبر۔دسمبر ۲۰۰۱ء)، ص ۷۱۔۸۳ میں شائع ہوا ہے۔ شاہ صاحب کے اصول ترجمہ قرآن کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھیے: ضیاء الدین اصلاحی، ''مقدمہ فتح الرحمٰن بترجمہ القرآن کا تجزیاتی مطالعہ'' در 'علوم القرآن' (علیگڑہ) ،۷:۱ (جنوری۔جون۱۹۹۲ء)، ص ۳۶۔۴۸

۲۷۔ اصول تفسیر پر یہ رسالہ عربی میں المکتبۃ العلمیہ، لاہور نے شائع کیا ہے جبکہ مولانا رشید احمد انصاری کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات ،لاہور (۱۹۸۲ء) کی طرف سے شائع ہوا ہے۔

۲۸۔ شاہ صاحب کا ترجمہ قرآن اور تفسیری حواشی 'فتح الرحمٰن بترجمۃ القرآن' پہلی بار کلکتہ سے طبع ہوا، بعد میں یہ مطبع فاروقی، دہلی سے شاہ عبدالقادر کے اردو ترجمہ و حواشی 'موضح القرآن' کے ساتھ طبع (۱۲۹۴ء) ہوا۔ شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن اور تفسیری حواشی کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: محمد سعود عالم قاسمی، شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، ص ۱۰۱۔۱۵۴؛ وہی مصنف، ''شاہ ولی اللہ اور سرسید کے تفسیری خیالات'' درششماہی 'علوم القرآن' (علی گڑھ) ۱۶:۱،۲ (جنوری۔دسمبر ۲۰۰۱ء) ،ص ۷۹۔۱۰۰

۲۹۔ علم کلام میں شاہ ولی اللہ کی امتیازی و انفرادی حیثیت اور اس فن پر ان کی تصانیف بالخصوص 'حجۃ اللہ البالغۃ' کے تنقیدی وتحلیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: شبلی نعمانی علم الکلام اورالکلام، ص ۸۷، ۹۳؛ سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۵، باب پنجم (شریعت اسلامی کی مربوط و مدلل ترجمانی اور اسرار ومقاصد حدیث کی نقاب کشائی حجۃ اللہ البالغہ کے آئینہ میں)، ص ۲۱۵۔۲۴۸؛ وہی مصنف، المسلمون فی الھند، کراچی: الصدف پبلشرز (۱۹۸۷ء)، ص ۳۷؛ مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ، ص ۲۵۰۔۲۵۳؛ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۶ء)، ص ۵۶۷۔۵۷۰، ۵۸۲۔۵۸۴؛ محمد یٰسین مظہر صدیقی، ''امام ولی اللہ الدہلوی و کتابہ الفرید حجۃ اللہ البالغۃ'' درمجلّہ البعث الاسلامی ۴۶:۸ (ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ)، ص ۹۵۔۹۸؛ وہی مصنف (مرتب)، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ شخصیت و حکمت کا ایک تعارف،علی گڑھ: ادارہ علوم اسلامیہ (۲۰۰۱ء)؛ سعیدہ اقبال، Islamic Rationalism in the Sub-Continent، لاہور: اسلامک بک سروس(۱۹۸۴ء)، ص ۸۲۔۱۰۵

۳۰۔ مؤلف تفسیر مظہری جو اپنے استاد شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۷۶۲ء) سے بے حد متاثر تھے، نے اپنی تفسیر میں شاہ

صاحب کے بیان کردہ اصول تفسیر کو پیش نظر رکھا ہے۔ شان نزول کی بابت وارد احادیث و آثار کو نقل کرنے میں شاہ صاحب کے بیان کردہ اصول کی پابندی کی ہے۔ انہوں نے اسرائیلیات کے بارے میں بھی بڑا محتاط رویہ اختیار کیا ہے اور قرآن مجید کی مختلف سورتوں اور آیات کے مابین ربط کو بیان کرنے کا اہتمام بھی کیا ہے۔ بعض اہل علم نے اس تفسیر کو اپنی ان خصوصیات کے پیش نظر شاہ ولی اللہ کے اصول تفسیر پر مبنی تفسیر قرار دیا ہے (دیکھیے: محمود الحسن عارف ،قاضی ثناء اللہ پانی پتی-احوال و آثار، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۵ء)، ص ۲۶۹۔۲۷۲، ۳۰۰۔۳۲۶) تفسیرمظہری کا اردو میں ترجمہ مولانا سید عبدالدائم جلالی، رفیق ندوۃ المصنفین (دہلی) نے کیا ہے۔ پاکستان میں یہ ترجمہ دارالاشاعت، کراچی نے ۱۲ جلدوں میں شائع (۱۹۹۹ء) کیا ہے۔

۳۱۔ حوالہ مذکور، ص ۳۲۵۔۳۲۶

۳۲۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے احوال و آثار اور علمی و تصنیفی اور دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں کے مطالعہ کے لیے دیکھیے: ثریا ڈار، شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ان کی علمی خدمات، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۱ء)؛ مشیر الحق، Shah Abdul Aziz: His life and Thought، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ(۱۹۹۵ء)۔

۳۳۔ تفسیر عزیزی کئی بڑی جلدوں میں تھی، جس کا بڑا حصہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں ضائع ہوگیا۔ صرف شروع اور آخر کی دو جلدیں [سورۃ فاتحہ اور سورہ بقرہ(آیت ۱۸۴ تک) اور سورۃ ملک سے آخر قرآن تک] مطبع نولکشور،لکھنؤ سے ۱۳۲۵ء میں شائع ہوئیں۔ تفسیر عزیزی پارہ عم کا مولانا محمد علی چاند پوری کے قلم سے اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات، لاہور و کراچی نے شائع کیا (۲۰۰۲ء) ہے۔ تفسیر عزیزی کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۵،ص ۳۵۶۔۳۵۹؛ Shah Abdul Aziz: His life and Thought، ص ۲۰۔۲۱ مولانا محمد عبدالحلیم شرف الدین، ''تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی'' در شمشاہی 'معارف اسلامی' (اسلام آباد)، ۱:۱ (جنوری۔جون ۲۰۰۲ء)، ص ۱۷۔۳۳؛ محمد عضدالدین خان، ''تفسیر فتح العزیز-چند حقائق کی روشنی میں'' در 'معارف' (اعظم گڑھ)، ۱۰۰:۳ (ستمبر۱۹۶۷ء)، ص ۲۱۷۔۲۳۲

۳۴ ۔ تاریخ دعوت و عزیمت،ج۵، ص ۳۵۶۔۳۵۷؛ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے عقائد و کلام پر دو رسائل 'میزان الکلام' اور 'السرالجلیل فی مسئلہ التفضیل' کے علاوہ ایک گرانقدر کتاب 'تحفہ اثناء عشریہ' بھی تصنیف کی۔ مؤخرالذکر میں الٰہیات، نبوت، معاد اور خلافت و امامت جیسے مسائل پر مفصل گفتگو کی گئی ہے، صحابہ کرام پر شیعہ کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور پھر مذہب شیعہ کے عقائد و خیالات پر نقد کیا گیا ہے (دیکھئے :تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۵،ص ۳۶۳۔۳۶۴)

۳۵۔ شاہ عبدالقادر کے اردو ترجمہ قرآن و تفسیری حواشی کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: مولانا اخلاق حسین قاسمی، محاسن موضح القرآن، بھیرہ: ذوالنورین اکادمی (۱۹۸۳ء)۔

۳۶۔ محمد عارف عمری، ''شاہ رفیع الدین کی قرآنی خدمات'' در ماہنامہ 'الرشاد' (اعظم گڑھ) ،۴۰: ۳۳، ۱۳۴ (ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۰ء)، ص ۱۵۔۲۳

۳۷۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے:P.Hardy، The Muslims of British India، کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس (۱۹۷۲ء)، ص ۶۱۔۹۱؛ سید طفیل احمد منگلوری، مسلمانوں کا روشن مستقبل، لاہور: مکتبہ محمودیہ (۲۰۰۱ء)، ص ۱۳۷۔۱۶۰

۳۸۔ برصغیر میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کے لیے دیکھیے: شیخ محمد اکرام، موج کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ

(۱۹۹۷ء)، ص ۱۵۶۔۱۵۸؛ اشتیاق حسین قریشی، برعظیم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ (مترجم :ہلال احمد زبیری)، کراچی: کراچی یونیورسٹی پریس(۱۹۸۷ء)، ص ۲۹۳۔۲۹۵؛ آر۔بی۔شرما، Christian Mission in North India، دہلی: متل پبلی کیشنز،۱۹۸۸ء۔

۳۹۔ دیکھیے: سرولیم میور

The Life of Mahomet and the History of Islam to the Era of Hegira، لنڈن (۱۸۶۱)،۴جلدیں۔اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ولیم میور اور دیگر مسیحی مصنفین کے خیالات کے تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے:

Jabal Muhammad Bauben، Image Of the Prophet Muhammad in the West: A Study of Muir, Margoliouth and the Watt، لیسٹر: دی اسلامک فاؤنڈیشن (۱۹۹۶ء)؛ Maxime Rodinson، "A Critical Survey of Modern Studies on Muhammad" در Studies on Islam (مرتبہ و مترجمہ: Merlin L. Swartz)، نیویارک، آکسفورڈ (۱۹۸۱ء)، ص ۲۳۔۸۵؛

Alan M. Guenther، "The Image of the Prophet as Found in Missionary Writings of the Late Nineteenth Century"

در The Muslim World، ۹۰:۱،۲ (۲۰۰۰ء)، ص ۴۳۔۷۰

۴۰۔ مسلم تہذیب و معاشرت اور افکارو نظریات پر مغرب کے سائنسی و عمرانی علوم و افکار کے اثرات اور ان کے نتیجے میں منظر عام پر آنے والی قرآنی تشریحات کے جائزہ کے لیے دیکھیے: کینٹ ویل اسمتھ، Islam in Modern History، نیو جرسی: پرنسٹن یونیورسٹی پریس (۱۹۵۷ء)، ص ۴۱۔۹۳؛ وہی مصنف، Modern Islam in India،لاہور: شیخ محمد اشرف (۱۹۶۹ء)، ص ۵۔۴۳؛ بشیر احمد صدیقی، Modern Trends in Tafseer Literature: Miracles، لاہور: کلیۃ علوم اسلامیہ و شرقیہ،جامعہ پنجاب(۱۹۸۸ء) باب ۵، ص ۲۴۵۔۲۴۸؛

J.M.S Baljon، Modern Muslim Koran Interpretation(1880-1960)، لائیڈن: ای۔جے۔برل(۱۹۶۱ء)، مقدمہ، ص ۱۔۱۵؛ گب۔ایچ۔آر۔اے، Modern Trends in Islam، شکاگو (۱۹۵۰ء)؛ محمد داؤد راہبر،

The Challenge of Modern Ideas to Muslim Society:The Approaches to Quranic Exegesis، در The Muslim World، ۴۳: ۴ (اکتوبر ۱۹۵۸ء)، ص ۲۷۴۔۲۸۵

۴۱۔ دیانند سرسوتی اور ان کی تحریک کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے:

K.W. Jones، Arya Dharm، برکلی :کیلیفورنیا یونیورسٹی (۱۹۷۶ء)؛

Philip H. Ashby، Modern Trends in Hinduism، نیو یارک: کولمبیا یونیورسٹی پریس (۱۹۷۴ء)، ص ۹۱۔۱۰۰؛ ایچ۔بی۔خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار،اسلام آباد: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت(۱۹۸۵ء)، ص ۲۵۶۔۲۷۶

۴۲(ا)۔مرزا غلام احمد کے ذاتی احوال اور افکارو خیالات اور اس کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: سیدابوالحسن علی ندوی،

قادیانیت-مطالعہ وجائزہ،کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۸۵ء)؛ علامہ محمد اقبال، Islam and Ahmadism،
لاہور: شیخ محمد اشرف (۱۹۸۸ ء)؛ سیدابوالاعلیٰ مودودی، قادیانی مسئلہ، لاہور: اسلامک پبلکیشنز(۱۹۸۷ء)؛ محمد الیاس
برنی، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، لاہور: مہتاب کمپنی(س-ن)

۴۲(ب)۔مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کی کتب تفاسیر کے مباحث کے جائزہ کے لیے دیکھیے:
The Holy Qur`an in South Asia، حوالہ مذکورہ، ص ۳۵۳_۳۵۶؛
Neal Robinson، "Sectarian and Ideological Bias in Muslim Translations of the Qur`an"،
در Islam and Christian- Muslim Relations، ۸:۳ (۱۹۹۷ء)، ص ۲۶۵_۲۶۶، ۲۷۰؛
"Popular Translations of the Qur`an in English and Urdu"، انسٹی ٹیوٹ آف عرابک اینڈ اسلامک اسٹڈیز، ڈربن یونیورسٹی، در The Muslim World League Journal، ۱۹:۴ (اکتوبر ۱۹۹۱ء)، ص ۳۱_۳۲

۴۳۔ اس سلسلہ میں کانگرسی ہندو راہنما جو اہرلعل نہرو کے وہ مضامین جو The Modern Review (کلکتہ) میں ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئے تھے، جن میں قادیانیت کے خلاف برصغیر کے مسلم عوام کے شدید رد عمل کو تنقید و ملامت کا نشانہ بنایا گیا تھا، قابل ذکر ہیں۔ نہرو کے ان مضامین کے جواب میں علامہ محمد اقبال نے چند مضامین تحریر کیے تھے، جن میں مسلمانوں کے سواد اعظم کے نقطہ نظر (قادیانیت کے بارے میں) کی مدلل ترجمانی کی گئی تھی اور نہرو صاحب کے افکار کا علمی طور سے محاکمہ کیا گیا تھا۔ علامہ کے ان مضامین کا مجموعہ Islam and Ahmadism کے نام سے شیخ محمد اشرف (لاہور) اور دعوۃ اکیڈمی (اسلام آباد) کی طرف سے متعدد بار شائع کیا جاچکا ہے۔

۴۴۔ سرسید کے علم کلام اور اس کے تنقیدی و تحلیلی جائزہ کے لیے دیکھیے: محمد اسماعیل پانی پتی (مرتب)، خطبات سرسید، لاہور: مجلس ترقی ادب(۱۹۷۲ء)، ج ۱، ص ۴۹۹-۵۵۵؛
Christian W. Troll، Sayyid Ahmad Khan A Re-interpretation of Muslim Theology، نئی دہلی: وکاس پبلشنگ ہاوس (۱۹۷۸ء)، ص ۱۷-۲۷، ۱۴۴-۱۷۰؛ وہی مصنف، "Sir Sayyid Ahmad Khan (1817-98)and His Theological Critics"،
در Islamic Culture (حیدر آباد دکن)، ۴:۲ (اکتوبر ۱۹۷۷ء)، ص ۲۶۲-۲۷۲/۳:۱ (جنوری ۱۹۷۸ء) ص ۱-۱۸؛ ہی مصنف ،"سرسید احمد خان اور انیسویں صدی میں علم الکلام کا احیاء" (مترجم: کبیر احمد جائسی وماجد علی خان) در 'فکر اسلامی کی تشکیل جدید (مرتبہ: ضیاء الحسن فاروقی و مشیر الحق)' لاہور: مکتبہ رحمانیہ (س-ن)، ص ۱۸۶-۲۲۱؛ جمیل جالبی، پاکستانی کلچر، کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن (۱۹۹۷ء)، ص ۱۴۶_۱۴۹؛ سعیدہ اقبال، Islamic Rationalism in the Sub-continent، ص۱۳۵_۲۱۱

۴۵۔ موج کوثر، ص ۱۵۶-۱۶۵؛ سید محمد عبداللہ ،سرسید احمد خاں اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان(۱۹۹۴ء)، ص ۳۰-۳۳

۴۶۔ سرسید نے یہ اصول تفسیر "التحریر فی اصول التفسیر" کے عنوان سے ایک رسالہ میں قلم بند کیے تھے، یہ رسالہ ان کے مجموعہ ہائے مقالات میں شامل ہے۔ دیکھیے: مقالات سرسید (مرتبہ: محمد اسماعیل پانی پتی)، لاہور: مجلس ترقی

ادب، ص ۱۹۷-۲۱۵؛ تفسیر القرآن کی نئی اشاعت (دوست ایسوی ایٹس لاہور، ۱۹۹۵ء) کے آغاز میں یہ رسالہ شامل کیا گیا ہے۔

۴۷۔ سرسید کے اصول تفسیر کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: فضل الرحمن گنوری، ''سرسید کی تفسیر کا بنیادی اصول۔ نیچر اور لاء آف نیچر'' در 'تحقیقات اسلامی' (علی گڑھ)، ۹: ۳ (جولائی۔ستمبر ۱۹۹۰ء)، ص ۲۹۷-۳۱۰؛ محمد عمرالدین، سرسید احمد خاں کا نیا مذہبی طرز فکر، لاہور: ادارہ ثقافت (۱۹۹۵ء)۔ سرسید کے نظریہ فطرت و قانون فطرت کے لیے دیکھیے: ظفرالحسن، سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۸۷ء) بالخصوص ص ۲۵۱۔۲۵۴، ۲۹۲۔۲۹۳؛ محمد سالم قدوائی، ''سرسید کے مذہبی خیالات ان کی تفسیر کی روشنی میں'' در 'المعارف' (لاہور) ۲۸ :۱'۲'۳ (جنوری-مارچ ۱۹۹۵ء)، ص ۱۸-۲۳؛ محمد داؤد راہبر،

"Sir Sayyid Ahmad Khan`s Principles of Exegesis" ، در The Muslim World ،

۴۶:۲ (اپریل ۱۹۵۶ء)، ص ۱۰۴۔۱۱۲ /۴۶: ۴ (اکتوبر ۱۹۵۶ء)، ص ۳۲۴۔ ۳۳۵۔

۴۸۔ عقل اور نقل میں اختلاف کی صورت میں سرسید نے جو طرز فکر اختیار کیا اس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے ''اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ جس بات پر کوئی دلیل دلالت کرتی ہے، اس پر کوئی عقلی معارضہ تو نہیں کیونکہ اگر کوئی عقلی معارضہ پایا جائے گا، تو ضرور نقلی دلیل پر اس کو ترجیح حاصل ہوگی اور اس نقلی دلیل کو ضرور دوسرے معنوں میں تأویل کرنا پڑے گا'' (تفسیر القرآن ص ۱۱۹۲)۔

۴۹۔ بقول سید عبداللہ'' تفسیر القرآن میں بقول روایات سے بغاوت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے، اس میں اصول، طریق کار اور نصب العین سب کچھ پرانی تفسیروں سے مختلف معلوم ہوتا ہے، اس تفسیر میں ان (سید احمد خان) کے افکار کا محور یہ ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل اور اصول تمدن (civilization) کے خلاف نہیں اور یہ کہ دین میں صرف قرآن مجید یقینی ہے باقی سب کچھ (حدیث، اجماع اور قیاس) اصول دین میں شامل نہیں (سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی وفکری جائزہ، ص ۳۱-۳۲)۔ حدیث و سنت کے بارے میں سرسید احمد خان کے نقطہ نظر کے لیے دیکھیے:

Daniel Brown، Rethinking Tradition in Modern Islaimic Thought ، کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس (۱۹۹۶ء)، ص ۳۲۔۳۷، ۹۷۔

سرسید کے تفسیری آراء کے تفصیلی جائزہ کے لیے دیکھیے: سرسید کے مذہبی خیالات ان کی تفسیر کی روشنی میں'' حوالہ مذکورہ، ص ۱۳۔۲۸؛ موج کوثر، ص ۱۵۷-۱۵۹؛

J.M.S. Baljon، The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khan، لاہور: شیخ محمد اشرف (۱۹۷۰ء)؛ L.S. May، The Evolution of Indo-Muslim Thought، لاہور: شیخ محمد اشرف (۱۹۷۰ء)، ص ۳۷-۷۵؛ اے۔این۔ایم۔وحید الرحمن،

"Modernists Approach to the Qur`an: Sir Sayyid Ahmad Khan and Moulvi Chiragh Ali"، در Islam and Modern Age،

(نئی دہلی)۲۲:۲ (مئی ۱۹۹۱ء)، ص ۹۱-۱۱۴؛ محمد عارف اعظمی عمری، ''سرسید احمد خاں اور ان کی تفسیر قرآن'' در 'معارف' (اعظم گڑھ) ۱۵۴:۳ (ستمبر ۱۹۹۴ء)، ص ۱۸۷-۲۰۲؛ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت (مترجم: جمیل جالبی)، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ(۱۹۹۷ء)، ص ۷۳-۷۹

۵۰۔ سید احمد خان، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس (۱۹۹۵ء)، ص ۱۰۷۵، ۱۰۳۱، ۱۱۴۱، ۱۱۶۰، ۱۱۹۷، ۱۲۰۱

۵۱ ۔ ایضاً، ص، ۶۶۵-۶۶۶

۵۲۔ ایضاً، ص ۶۲۹- ۶۳۱۔

۵۳۔ ایضاً ، ص ۱۱۰- ۱۰۴۔

۵۴۔ ایضاً، ص ۱۳۷۔

۵۵۔ ایضاً، ص۱۱۳۔ ۱۱۹۔

۵۶۔ ایضاً، ص ۶۱۳۔

۵۷ ایضاً، ص ۹۲- ۹۴۔

۵۸۔ ایضاً، ص ۹۵، ۱۰۵۰۔

۵۹۔ ایضاً، ص۸۰، ۸۲۔

۶۰۔ ایضاًص ۸۰۔ ۸۲۔

۶۱۔ ایضاً ،ص ۲۳۵۔ ۲۳۷۔

۶۲۔ ایضاً، ص ۲۴۵-۲۵۲: تفسیر القرآن ،جلد ہفتم (سورہ الکہف و سورہ مریم) لاہور: دوست ایسوسی ایٹس (۱۹۹۶ء)، ص ۲۔۱۴۳۔

۶۳۔ تفسیر القرآن، ص ۳۰۹-۳۱۲، ۷۸۹-۸۰۰، ۸۳۵-۸۳۸، ۸۹۰-۸۹۲

۶۴۔ ایضاً، ص ۳۹۴۔

۶۵۔ ایضاً، ص ۳۶۱- ۳۷۰۔

۶۶۔ ایضاً، ص ۴۵۷-۴۶۵۔

۶۷۔ ایضاً، ص ۸۸۸۔ ۸۹۰۔

۶۸۔ ایضاً، ص۸۲۸-۸۳۵۔

۶۹۔ دیکھیے: مولوی محمد علی لاہوری، بیان القرآن، لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (۱۴۰۱ھ)۔

۷۰۔ خواجہ احمد دین امرتسری کی تصنیف 'تفسیر بیان للناس' امرتسر میں دفتر امت مسلمہ کی طرف سے (۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵ء) سات جلدوں میں شائع ہوئی۔ مصنف کی دینی و سماجی سرگرمیوں کے لیے دیکھیے ۔ خواجہ عباداللہ اختر، مذاہب اسلامیہ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۵۶ء)، ص ۲۹۲۔۲۹۵۔

۷۱(ا)۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی (م ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء) مدیر 'الذکر الحکیم' (رامپور) نے قرآن حکیم کے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تراجم کیے تھے۔ اردو ترجمہ و تفسیر 'تفسیر القرآن بالقرآن' عزیزی پریس تراوڑی (ضلع کرنال) سے شائع (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) ہوا تھا، عبدالحکیم پٹیالوی کے تفسیری جائزہ کے لئے دیکھئے: Modern Muslim Qur'an Interpretation، ص ۲۱، ۲۸، ۳۰، ۳۳، ۴۹، ۵۱ وبمواقع عدیدہ۔

۷۱(ب)۔ حکیم احمد شجاع الایوبی الانصاری کی تفسیر 'افصح البیان فی مطالب القرآن' کے نام سے دفتر افصح البیان (لاہور) کی طرف سے شائع ۱۳۵۳۔۱۳۵۴ھ۔ ہوئی تھی۔ دیکھیے: The Holy Qur'an in South Asia، ص ۵۳۷۔

۷۲۔ دیکھیے: معارف القرآن (۷ جلدیں)، کراچی، ۱۹۴۹۔۱۹۵۸ء؛ 'مفہوم القرآن' لاہور۔۱۹۶۱ء۔

۷۳۔ سرسید احمد خان کے ہم نوا مصنفین کی تفسیری نگارشات کے تنقیدی مطالعہ نیز حدیث و سنت کے بارے میں ان کے نقطہ نظر کے لیے دیکھیے: سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ، ص ۳۲-۳۴؛ بشیر احمد صدیقی، Modern Trends in Tafseer Literature، ص ۲۴۵-۳۰۴؛ خالد علوی، سید مودودی بحیثیت مفسر، لاہور: الفیصل (۲۰۰۰ء)؛ Rethinking Tradition in Modern Islamic Thought، ص ۳۸-۴۲

۷۴۔ دیکھیے: مقدمہ تفسیر بیان القرآن' ج ا۔

۷۵۔ بیان القرآن کے تنقیدی و تحلیلی جائزہ کے لیے دیکھیے: ابوالحسن علی ندوی، قادیانیت-مطالعہ و جائزہ، باب چہارم، فصل سوم (قادیانیت کی لاہوری شاخ اور اس کا عقیدہ اور تفسیر)، ص ۱۷۹-۱۹۲۔ محمد علی لاہوری کے اعتقادات اور ان کی مذہبی تاویلا ت و تشریحات کے تنقیدی مطالعہ کے لیے مزید دیکھیے: موج کوثر، ص ۱۷۹-۱۸۳؛ شبیر احمد عثمانی، الشہاب، در تالیفات عثمانی، لاہور: ادارہ اسلامیات (۱۹۹۰ء)، ص ۵۰۷-۵۶۸؛

"The Apologetic Appraoch of Muhammad Ali ،John Warwick Montgomery and its Implications for Christian Apologetics"

در The Muslim World، ۷۱: ۲ (اپریل ۱۹۶۱ء)، ص ۱۱۱-۱۲۲

۷۶۔ بیان القرآن، ج ا، ص ۱۶۹، ۴۷۴-۴۷۶-۵۵۴، ۵۹۸، ۷۷۱؛ ج ۲، ص ۹۲۹، ۹۹۱۔ محمد علی لاہوری نے جہاد بالسیف کے برعکس قلمی جہاد کی فضیلت و اہمیت کو خصوصی طور پر اجاگر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ دیکھیے: بیان القرآن، ج ا، ص ۵۶۹-۵۷۰، ۵۹۸، ۶۱۴-۶۱۵، ج ۲، ص ۹۹۱۔

۷۷۔ ایضاً، ج ا، ص ۳۰۹-۳۱۱، ۳۸۴۔

۷۸۔ ایضاً، ج ا، ص ۶۶- ۶۷، ۷۶۹۔

۷۹۔ ایضاً، ج ا، ص ۱۲۵-۱۲۶۔

۸۰۔ بیان القرآن، ج ا، ص ۵۵۴، ۵۶۴،

۸۱۔ بیان القرآن، ج ا، ص ۷۰۵، ج ۲، ص ۸۸۵۔

۸۲۔ بیان القرآن، ج ا، ص ۱۹۵-۱۹۶، ۲۳۰-۲۳۲، ۳۳۲، ۳۵۶، ۴۳۶، ۵۹۹؛ ج ۲، ۹۷۵- ۹۷۶، ۱۰۹۸، ۱۳۳۸، ۱۳۶۲، ۱۴۲۷۔

۸۳۔ دیکھیے: بیان القرآن، ج ا، ص ۱۸۵، ۲۰۷، ۲۱۰، ۲۸۵، ۴۳۲، ۴۵۰، ۴۶۳، ۵۸۶، ج ۲، ص ۷۸۵، ۸۷۱، ۸۷۶، ۹۴۵، ۹۷۶، ۱۱۰۳- ۱۱۰۴۔

۸۴۔ بیان القرآن، ج ا، ص ۱۹۵، ۲۳۰، ۴۳۲، ۴۳۶، ۵۹۹۔

۸۵۔ ایضاً، ص ۴۶-۴۷، ۱۸۵، ۲۰۷-۲۰۸، ۲۵۰-۲۵۱، ۲۸۵، ۳۴۱، ۳۴۲، ۴۳۲، ۵۸۶ و بمواقع عدیدہ۔

۸۶۔ محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ و تفسیر' Translation and Commentary of the Holy Qur'an' کے نام سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور، کی طرف سے پہلی بار ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔

۸۷۔ محمد علی لاہوری کے انگریزی ترجمہ و تفسیر کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: عبدالرحیم قدوائی، ''قرآن مجید کے انگریزی تراجم'' در ماہنامہ 'تعمیر افکار' (کراچی)، ۲: ۳ (اگست ۲۰۰۱ء) ص ۴-۱۹؛ وہی مصنف، "English

"Translations of the Qur'an، در Muslim and Arab Perspectives (نئی دہلی)، ۴:۱-۶(۱۹۹۷ء)، ص ۱۶۷؛ عبدالماجد دریا آبادی، ''کلام مجید کے انگریزی تراجم'' در 'اخبار سچ' (لکھنؤ) خاص نمبر (۲۵ جون ۱۹۳۴ء)ص ۴-۵؛ وہی مصنف،''قرآن مجید کے انگریزی تراجم''در 'بینات '(کراچی)، ۴: ۳ (اگست۱۹۶۴ء)، ص ۱۳۸؛ ابوالحسن علی ندوی،اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۹۲ء)، ص ۳۲-۳۳۔

۸۸۔ عبدالماجد دریا آبادی ،آپ بیتی، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۷۹ء)، ص ۲۵۴۔ ۲۵۵، ۲۹۲۔ ۲۹۳۔

۸۹۔ برصغیر میں تجدد و مغربیت کی اس تحریک کے ذہنی و فکری اثرات کے مطالعہ کے لیے ملاحظہ کیجئے: سید ابوالحسن علی ندوی ،مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش،کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۸۵ء)، ص ۹۹-۱۰۳۔

۹۰(ا)۔مولانا ابو المنصور کی علمی و تصنیفی سرگرمیوں کے جائزہ کے لیے دیکھیے: اختر راہی، ''سید ناصر الدین ابو المنصور دہلوی اور مسیحی ۔مسلم مناظراتی ادب''، در ماہنامہ 'عالم اسلام اور عیسائیت'، (اسلام آباد)، اگست ۱۹۹۲ء،ص۵ -۱۴۔

۹۰(ب)۔ صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم ،کراچی: قدیمی کتب خانہ (س۔ن) ،ص ۲۱۰۔

۹۱۔ ابتدائی ۲ پاروں پر مشتمل یہ تفسیر دہلی کے نصرت المطابع کی طرف سے ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔

۹۲۔ سرسید نے یہ کتاب بائبل کی تفسیر کے طور پر لکھی تھی، جس میں مسیحیت اور اسلام کے مابین مماثلت و موافقت کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی تھی، دیکھیے: سرسید احمد خاں اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ ، ص ۲۹-۳۱-؛

The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khan ،

ص ۲۶-۲۷؛ سرسید کے مطالعہ عیسائیت کے جائزہ کے لئے دیکھئے:

،Crescents on the Cross:Islamic Visions of Chirstianity،Lloyd V.J.Ridgeon

کراچی: آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، (۲۰۰۱ء)، ص۲-۱۳،۲۴-۲۷۔

۹۳۔ اس تفسیر کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: محمد سعود عالم قاسمی ،تبجیل التنزیل: ایک تحقیقی مطالعہ، در 'عالم اسلام اور عیسائیت' (اسلام آباد) ۶: ۹ (ستمبر ۱۹۹۶ء)، ص ۴-۶/۱۶: ۱۰ (اکتوبر۱۹۹۶ء)، ص۷-۱۵۔

۹۴(ا)۔ مولانا عبدالحق حقانی کے مختصر سوانحی تذکرہ کے لیے دیکھیے: سفیر اختر، علماء دیوبند اور مطالعہ مسیحیت، لوہسرشرفو (واہ کینٹ): ۲۰۰۳ء، ص ۱۶-۱۷۔

۹۴(ب)۔ شیخ محمد اکرام، یادگارشبلی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۴ء)، ص ۱۲۰۔

۹۵۔ یہ کتاب ادارہ اسلامیات' لاہور کی طرف سے ۱۹۸۸ء میں شائع کی گئی-

۹۶۔ تفسیر حقانی پہلی بار مجتبائی پریس دہلی سے ۱۳۵۰/۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ پاکستان میں نور محمد کارخانہ کتب کراچی، الفیصل لاہور ،اور متعدد دیگر اشاعتی اداروں نے اس کو شائع کیا ہے۔

۹۷۔ مولانا عبدالحق حقانی ،البیان فی علوم القرآن، دہلی :دارالاشاعت تفسیر حقانی(۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء)، ص ۱۵۰-۱۵۲۔

۹۸۔ علامہ حقانی فلاسفہ، معتزلہ اور سرسید احمد خان کی قرآنی تأویلات کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''دوسرا جز تفسیر کا' جس کو تفسیر نقلی کے مقابلے میں عقلی کہنا چاہیے، بڑا بھاری جز ہے، اس کی طرف قرن اول کے بعد بالخصوص اس زمانہ میں سخت حاجت ہے، بعض مفسرین کی افراط و تفریط سے خالی نہیں۔ مثلاً بعض مفسرین نحویین قواعد صرف و نحو میں سیبویہ وغیرہ مدونین فن کی تقلید میں قرآنی آیات کی تأویل میں عجب تکلفات کرتے

ہیں۔ اسی طرح متصوفین ایسی توجیہات باطلہ کرتے ہیں کہ جن سے اصل مدعا بالکل متروک ہوجاتا ہے اور ان سب سے بڑھ کر بعض دھریوں اور لامذہبوں نے تو اور بھی ستم کیا ہے کہ اپنے فلسفی اور ملحدانہ خیالات کے تابع قرآن کو کرلیا ہے۔ جس جگہ آیات قرآنیہ ان کے برخلاف ہیں، وہاں نہ محاورہ اہل زبان کی نہ قواعد صرف و نحو کی، نہ اقوال سلف کی پابندی کی ہے، بالکل تاویل (جودراصل انکار ہے) کرکے قرآن کی تفسیر تو کیا بلکہ اس کو محرف کردیا ہے۔ تفاسیر معتزلہ ہمارے قول کے لیے شاہد عدل ہیں اور ان سے بھی بڑھ کر سید احمد خان کی تفسیر کو ملاحظہ فرما لیجئے کہ جس میں یورپ کے ملحدوں کی تقلید کرکے قرآن مجید کو بالکل محرف کیا ہے۔ خرق عادت اور معجزات انبیاء اور ملائکہ اور جن اور شیطان اور نعمائے جنت اور عقوبات دوزخ کا محض انکار کیا ہے اور پیغمبر کی وحی اور نزول قرآن کو مجنونانہ خیال بتایا ہے اور وجود آسمان اور اژدعا وغیرہ بہت امور منصوصہ پر مضحکہ کیا ہے۔"
(تفسیر فتح المنان المشهور بہ تفسیر حقانی، کراچی: نور محمد کارخانہ کتب (س۔ن) ،ج ا ،ص ۱۵۲۔۱۵۳)۔
مولانا عبدالحق حقانی نے سرسید احمد خان کی تفسیر اور ان کے علم کلام جدید کی بے اعتدالیوں کا ایک اور مقام پر ذکر ان تند و تیز الفاظ میں کیا ہے :
"آنریبل سید احمد خان بہادر کی تصنیف ہنوز ناتمام ہے۔ اس شخص نے ترجمہ شاہ عبدالقادر کو ذرا بدل کر ترجمہ لکھا ہے اور باقی اپنے خیالات باطلہ کو جو ملحدین یورپ سے حاصل کیے ہیں اور جن کے اتباع کا نام ان (سرسید) کے نزدیک ترقی قومی اور فلاح اسلام ہے، درج کیا ہے اور بے مناسبت آیات و احادیث و اقوال علماء کو اپنی تائید میں لاکر الہام الٰہی کو تحریف کیا ہے۔ دراصل یہ کتاب تحریف قرآن ہے نہ کہ تفسیر" (تفسیر حقانی، ج ا، ص ۲۱۱۔ ۲۱۲)۔

۹۹۔ مولانا عبدالحق حقانی شاہ ولی اللہ دہلوی کے اسلوب فکر سے متاثر نظر آتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اپنی گرانقدر تصنیف "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اسلامی عقائد اور احکام و مسائل کی تعبیر و تشریح اور ان کے مصالح اور اسرار و حکم کے بیان میں جو انداز اختیار کیا ہے، موصوف نے اپنی تفسیر میں اس کی پیروی کی ہے۔ شاہ صاحب کی مذکورہ تصنیف سے مفسر حقانی کا شغف ہی اس کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا سبب بنا ہے۔ ان کے قلم سے "حجۃ اللہ البالغۃ" کا ترجمہ ۲ جلدوں میں نور محمد اصح المطابع و کارخانہ کتب، کراچی کی طرف سے متعدد بار شائع ہوچکا ہے۔

۱۰۰۔ جن جید علماء مفسرین نے اس تفسیر کی بڑی تحسین کی ہے اور اس سے استفادہ کیا ہے ان میں مولانا اشرف علی تھانوی بھی شامل ہیں۔ وہ اپنی تفسیر 'بیان القرآن' کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:"چونکہ احقر کو مباحث متعلقہ کتب سماویہ پر بالکل نظر نہیں ہے اس لیے اس نے ایسے مضامین کو تفسیر حقانی سے نقل کردیا ہے" (مقدمہ تفسیر بیان القرآن،لاہور: تاج کمپنی (س ن)؛ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے تفسیر حقانی کو مذاہب غیر سے استفادہ کرنے والوں کے لیے مفید قرار دیا ہے۔ (دیباچہ تفسیر ماجدی ،کراچی:مجلس نشریات اسلام ۲۰۰۱ء)ج ا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی مقدمہ معارف القرآن میں رقمطراز ہیں: "حضرت مولانا عبدالحق صاحب دہلوی نے "فتح المنان" کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس میں مختصر حل قرآن و توضیح مطالب کے علاوہ یہود اور نصاریٰ اور ملاحدہ و زنادقہ کی تردید پر بھی کلام فرمایا اور فلسفہ قدیم و جدید کے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیئے یہ تفسیر بھی بحمد اللہ تعالیٰ بہت مقبول ہوئی اور گم گشتگان راہ کے لیے مشعل ہدایت بنی" دیکھئے:معارف القرآن، لاہور: مکتبہ عثمانیہ (۱۹۸۲ء) ج ا۔

۱۰۱ (الف)۔ سید امیر علی ملیح آبادی کے احوال و آثار کے لیے دیکھئے: عبدالرزاق ملیح آبادی، ''سید امیر علی ملیح آبادی'' در' قافلہ حدیث' (مرتبہ: محمد اسحاق بھٹی)، لاہور: مکتبہ قدوسیہ ، ص۱۳۔۳۳؛ سید عبدالحی الحسنی، نزھۃ الخواطر وبھجۃ السامع والنواظر، ملتان: طیب اکادمی (۱۹۹۳ء)، ج ۸،ص ۸۴۔۸۵؛ سید ابوالحسن علی ندوی، حیات عبدالحی،کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۸۵ء)، ص ۷۴۔۷۶، ۱۹۸؛ محمد اسحاق بھٹی، برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ،لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۷۳ء)، ص ۳۴۷۔۳۵۴۔

۱۰۱(ب)۔ تفسیر 'مواہب الرحمٰن' جو تیس جلدوں (تقریباً دس ہزار صفحات) پر مشتمل ہے، برصغیر کے قدیم شہرہ آفاق مطبع منشی نولکشور، (لکھنو) کی طرف سے دو بار (دوسری بار۱۹۳۱ء) شائع ہوئی، اسی کا عکس پاکستان میں مکتبہ رشیدیہ، لاہور نے شائع (۱۹۷۷ء) کیا ہے۔

۱۰۲۔ تفسیر مواہب الرحمن ج۱، ص ۱۶، ۸۴۔

۱۰۳۔ ایضاً، ج۱،ص ۱۶۔۱۷۔

۱۰۴۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے حالات زندگی اور دعوتی و تصنیفی سرگرمیوں اور مخالفین اسلام سے ان کے مناظروں اور مباحثوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے: فضل الرحمٰن بن میاں محمد ،حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری،لاہور: دارالدعوۃ السّلفیہ (۱۹۸۹ء)؛ مولانا عبدالمبین ندوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ مختصر حالات اورتفسیری خدمات، گوجرانوالہ: ندوۃ المحد ثین (۱۹۸۸ء)؛ احسان الٰہی ظہیر،''شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ''، در' تفسیر ثنائی'،لاہور: ادارہ ترجمان السنۃ (۱۹۷۱ء)،ج ۱ ، ص ۵۔۸؛ تاج الدین الازھری، ''تفسیر ثنائی ورد مذاہب باطلہ'' در'فکر و نظر'(اسلام آباد)، ۳۶: ۳،۴(جنوری۔جون ۱۹۹۹ء)، ص: ۲۹۱۔۳۰۹؛ عبدالمجید خادم، سیرۃ ثنائی۔ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کی سوانح حیات، لاہور: مکتبہ قدوسیہ (۱۹۸۹ء)، بالخصوص ص ۱۸۹۔۲۳۶، ۲۴۰۔۲۸۳، ۳۸۴۔۴۴۶؛کرسچن ڈبلیو۔ ٹرول:
"A Note on the Tafsir-i-Thana,i of Thana Allah Amartsari and His Criticism of Sayyid Ahmad Khan's Tafsir-i Ahmadi"، در Islamic Culture،
(جنوری ۱۹۸۵)، ص ۲۹۔۴۴؛ سید سلیمان ندوی، یاد رفتگان، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۸۳ء)، ص ۳۶۹۔۳۷۰؛ عبدالمبین عبدالخالق الندوی، ''الشیخ ثناء اللہ الامرتسری۔نبذۃ عن حیاتہ و خدماتہ'در 'البعث الاسلامی'،۳۱: ۴ (ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)، ۷۱۔ ۸۲؛ اختر راہی، ''مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مطالعہ عیسائیت'' در 'عالم اسلام اور عیسائیت' (اسلام آباد)، (مارچ ۱۹۹۲ء) ص ۵۔۱۶ (مئی ۱۹۹۲ء)، ص ۱۰۔۱۴؛ وہی مصنف، علماء دیو بند اور مطالعہ مسیحیت، ص۱۹۔۲۰؛ عبدالرشید عراقی، مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ علمی و تصنیفی خدمات، فیصل آباد: طارق اکیڈمی (۲۰۰۱ء)۔

۱۰۵۔ دیکھیے: محمد سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں،لاہور: ادارہ معارف اسلامی(۱۹۹۳ء)، ص ۱۱۷۔۱۱۹،۳۴۹۔۳۵۰؛ مولانا عبدالمبین ندوی، حوالہ مذکور، ص ۴۰۔ ۴۸؛ محمد اسحاق اظہر، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ کی تفسیری خدمات، مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی۔شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ اسلامیہ، بہاولپور ۔

۱۰۶۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۹۳۸ء میں مطبع ثنائی،امرتسر سے ہوئی۔

۱۰۷۔ پاکستان میں اسے ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور (۱۹۷۱ء) اور بلال گروپ آف انڈسٹریز، کراچی و لاہور (۱۹۹۴ء) نے شائع کیا ہے۔

۱۰۸۔ سی۔ڈبلیو۔ٹرول، ص ۳۵۔ ۴۳؛ مولانا عبدالمبین ندوی، ص ۵۸۔ ۶۰۔

۱۰۹۔ تفسیر ثنائی ،لاہور: ادارہ ترجمان السنۃ(۱۹۷۱ء)، ج ۱، ص ۹۔۱۰۔
۱۱۰۔ ''تفسیر ثنائی ورد مذاہب باطلہ''، ص ۲۹۵۔ ۲۹۸؛ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ مختصر حالات اور تفسیری خدمات، ص ۴۹۔۵۷۔
۱۱۱۔ سی۔ ڈبلیو۔ ٹرول، حوالہ مذکور، ص ۳۷۔ ۴۰۔
۱۱۲۔ دیکھیے :فہرست عنوانات تفسیر ثنائی، ج ۱، ص ۴۔
۱۱۳۔ مقدمہ تفسیر ثنائی، ج ۱، ص ۱۱۔ ۱۷۔ مصنف مقدمہ کے آغاز میں رقمطراز ہیں: ''اس مقدمہ میں چند دلائل مختصرہ سے سید الاصفیاء محمد مصطفیٰ علیہ وعلی آلہ التحیۃ والسلام کی نبوت کا ثبوت ہوگا، اس لیے کہ ہر کتاب سے پہلے صاحب کتاب کی وجاہت کا لحاظ بھی ضروری ہے''، دیکھیے: مقدمہ تفسیر ثنائی، ج۱، ص ۱۱-۱۲۔
۱۱۴۔ دیکھیے :فہرست عنوانات تفسیر ثنائی، ج ۱، ص ۴۔
۱۱۵۔ جدید علم کلام کی تردید میں ابوالکلام آزاد کی فکری وعلمی معرکہ آرائیوں کے لیے دیکھیے: ابوالکلام آزاد،خطبات ابوالکلام آزاد،لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس (س-ن)، ص ۱۰۸۔۱۱۲، ۲۴۳۔۲۴۵؛ رود کوثر، ص ۲۵۶، ۲۶۰۔۲۶۱؛ قاضی جاوید، سرسید سے اقبال تک،لاہور: تخلیقات (۱۹۸۶ء)، ص ۱۸۷۔۱۸۸؛ خورشید احمد''دینی ادب بیسویں صدی میں'' در 'تاریخ ادبیات پاک وہند،لاہور: جامعہ پنجاب (۱۹۷۶ء)، ج ۵، ص ۲۹۲۔ ۲۹۴؛ ضیاء الحسن فاروقی، ابوالکلام آزاد۔ فکر ونظر کی چند جہتیں، لاہور:مکتبہ اخوت(۱۹۹۶ء)، ص ۸۷۔۹۰، ۱۲۲۔۱۲۳، ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ؛ شوکت علی: Contemprorary Religious Thoughts in Islam ، لاہور:پبلشرز یونائٹڈ (۱۹۸۶ء)، ص ۳۰۱۔۳۰۵۔
۱۱۶۔ دیکھیے: ابوالکلام آزاد، تذکرہ،لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس (س،ن)، ص ۱۷۹۔۱۸۲، ۱۸۶۔۱۸۹، ۲۱۳۔۲۱۷، ۲۳۰۔ ۲۳۲، ۲۳۹۔۲۴۴؛ وہی مصنف، غبار خاطر،لاہور: مکتبہ رشیدیہ (۱۹۸۶ء)، ص ۶۲۔ ۶۴، ۱۲۵۔۱۲۶؛ جدید علم کلام کے بارے میں ابو الکلام آزاد کے آراء و خیالات کا تفصیلی تذکرہ و تنقیدی جائزہ مستشرق Henderson Douglas نے پیش کیا ہے دیکھیے: Abul Kalam Azad :An Intellectual and Religious Biography، (مرتبہ:Gial Minault و C.W. Troll)، دہلی: آکسفرڈ یورنیورسٹی پریس(۱۹۸۸ء)، ص ۱۸۹۔۲۲۲۔
۱۱۷۔ قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے لیے مولانا آزاد کے کارناموں کے جائزہ کے لیے دیکھیے: موج کوثر، ص ۲۶۱۔۲۶۳؛ خورشید احمد: 'دینی ادب بیسویں صدی میں'، ص ۲۹۲۔ ۲۹۵ ؛ وہی مصنف ، تحریک اسلامی شاہ ولی اللہ سے علامہ اقبال تک، لاہور:ادارہ مطبوعات طلبہ(۱۹۹۸ء)، ص ۴۴۔ ۴۶؛ خالد علوی، مولانا مودودی بحیثیت مفسر، ص ۱۹۔ ۲۰۔
۱۱۸۔ برصغیر کے تفسیری ادب میں ترجمان القرآن بالخصوص اس کی تفسیر سورۃ فاتحہ کی انفرادیت، اس کے اسلوب، اور نمایاں خصوصیات کے جائزہ کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر سید عبداللطیف: An Unfinished Masterpiece، در Maulana Abul Kalam Azad: A Memorial Volume، (مرتبہ :ہمایوں کبیر) ، نیویارک (۱۹۵۹ء)، ص ۱۱۵۔۱۳۳؛ وہی مصنف، دیباچہ English Translation of the Tarjuman al-Quran، لاہور: سندھ ساگر اکادمی(۱۹۶۸ء)، ج۱، ص ۱۳۔۲۱؛ ایس۔اے۔کمالی، Abul Kalam Azad`s Commentary on the Qur'an، در The Muslim world، ۴۸:۱ (جنوری ۱۹۵۹ء)،

ص ۵۔۱۸؛ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، (مترجم: جمیل جالبی)، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۷ء)، نواں باب، ابوالکلام آزاد۔ تفسیری انتخابیت ،ص ۲۵۳۔۲۶۶؛ Contemporary Religious Thoughts in Islam، ص ۳۰۸۔ ۳۱۸؛ سیدہ سیدین حمید Islamic Seal on Indian Independence :Abul Kalam Azad A Fresh Look ،نئی دہلی: آکسفرڈ یونیورسٹی پریس (۱۹۹۸ء)، ص ۱۴۸۔۱۷۵؛ آئی۔ایچ۔آزاد فاروقی، The Tarjuman al-Qur'an:A Critical Analysis of Maulana Abul Kalam Azad Approach`s to the Understanding of the Qur`an، نئی دہلی: وکاس پبلشنگ ہاؤس (۱۹۸۲ء)؛ Abul Kalam Azad :An Intellectual and Religious Biography، ص ۱۸۹۔۲۲۲؛

Kenneth Cragg، The Pen and the Faith: Eight Modern Muslim Writers and the Quran،

لندن: جارج ایلن(۱۹۸۵ء) ،ص ۲۳؛ وہی مصنف ''Counsels in Contemporary Islam'' ایڈنبرا: ایڈنبرا یونیورسٹی پریس (۱۹۶۵ء) ،ص ۱۳۰۔ ۱۳۶؛ ابومحفوظ الکریم معصومی، ''مولانا آزاد کی ترجمانی و تفسیر قرآن'' در 'مولانا آزاد بحیثیت مفسر قرآن'، لاہور:مکتبہ اخوت (۱۹۹۶ء)، ص ۱۲۔۲۶؛ فضل الرحمٰن ندوی، ''مولانا ابوالکلام آزاد کا تفسیری ادب''، درُ مولانا آزاد بحیثیت مفسر قرآن'، ص ۳۶۔۵۰؛ علی اشرف، ''مولانا آزاد اور ترجمان القرآن'' درُ ابوالکلام آزاد۔ ایک ہمہ گیر (مرتبہ: رشید الدین خان)، نئ دہلی: ترقی اردو بیورو (۱۹۸۹ء)، ص ۱۴۵۔۱۹۶؛ محمد سعود عالم قاسمی، ''شاہ ولی اللہ اور مولانا آزاد کی تفسیر کا تقابلی مطالعہ'' درُ تحقیقات اسلامی '(علی گڑھ) ۲۱: ۲ (اپریل،جون ۲۰۰۲ء)، ص ۳۹۔۶۰/ج ۲۱، شمارہ ۳ (جولائی۔ستمبر ۲۰۰۲ء)، ص۶۵۔۷۴؛ ریاض الحسن، ''ترجمان القرآن''، درُالمعارف' (لاہور) ۳۹: ۱،۱ (جنوری۔جون۲۰۰۳ء) ،ص ۱۷۔۲۶۔

۱۱۹۔ ترجمان القرآن، کراچی: مکتبہ سعید (س۔ن)، ج۱، ص ۶۶۔۶۹۔

۱۲۰۔ ایضاً، ص ۶۹۔۷۱۔

۱۲۱۔ ایضاً، ج۱، ص ۷۰۔۷۲۔

۱۲۲۔ تفسیر سورۃ فاتحہ کے مباحث کے مطالعہ کے لیے دیکھیے: مولانا یٰسین ندوی، ''تفسیر سورۃ الحمد۔عہد بہ عہد'' درُنقوش' قرآن نمبر، شمارہ ۱۴۴ (۱۹۹۸ء)، ص۲۸۵۔۲۸۷؛ مولانا آزاد کے قلم سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر ام الکتاب کے نام سے الگ کتاب کی صورت میں بھی اسلامی اکادمی لاہور (۱۹۸۵ء) اور شعاع ادب لاہور (۱۹۶۲ء) کی طرف سے طبع ہوچکی ہے۔

۱۲۳۔ ترجمان القرآن ،ج ۱، ص ۱۰۳۔۱۱۹، صفات کے بارے میں مولانا آزاد کی آراء کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھیے: ضیاء الدین اصلاحی، ''صفات الٰہی کا قرآنی تصور اور مولانا ابوالکلام آزاد' در 'مولانا آزاد بحیثیت مفسر قرآن'، ص ۸۱-۹۶۔

۱۲۴۔ ترجمان القرآن، ج۱، ص ۱۲۲۔۱۲۷۔

۱۲۵۔ ایضاً ،ج۱، ص ۲۷۔۳۷، ۶۶۔۷۲۔۷۸۔

۱۲۶۔ ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۱۳۳۔ ۱۴۱، مولانا آزاد کے تصور دین کے جائزہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: سید ریاست علی ندوی، ''ترجمان القرآن اور نجات و سعادت کی راہ'' در 'معارف'(اعظم گڑھ)، ۳۱: ۳ (مارچ ۱۹۳۳ء)،

ص ۱۶۵_۱۹۵؛ ڈاکٹر سطوت ریحانہ،'' مولانا آزاد کا تصور دین''، در ماہنامہ 'حیات نو' (اعظم گڑھ)، ۱۵: ۴ (اپریل ۱۹۹۹ء)، ص ۶_۱۷؛ علی اشرف، مولانا آزاد اور ترجمان القرآن، ص ۱۴۳_ ۱۴۸؛ سید صباح الدین عبدالرحمن، ''مولانا آزاد کی مذہبی فکر''، در 'مولانا ابوالاکلام آزاد-شخصیت اور کارنامے (مرتبہ: خلیق انجم)، لاہور: مکتبہ خلیل (۱۴۰۷ھ)، ص ۲۸۵_ ۳۱۲؛ انور معظم،'' مولانا ابوالکلام آزاد کی فکر کا مذہبی پہلو''، در 'ابوالکلام آزاد-ایک ہمہ گیر شخصیت'، ص ۲۱۱_ ۲۴۰؛ سید سلیمان ندوی، ''ترجمان القرآن'' در'ہندوستان میں ابن تیمیہ'(مرتبہ: ابو سلمان شاہ جہان پوری)، لاہور: مطبوعات دانش (۲۰۰۰ء)، ص ۳۶۷_ ۳۷۲_

۱۲۷_ قاضی جاوید، سرسید سے اقبال تک، ص ۱۹۳_ ۱۹۸؛ سید عبدالباری،'' ابوالکلام آزاد-فراز انانیت سے شکست ذات تک''، در 'تحقیقات اسلامی' (علی گڑھ) ۱۰: ۱ (جنوری، مارچ ۱۹۹۱ء)، ص ۱۰۱، ۱۱۹؛ اصغر علی انجینئر، "Theological Creativity of Abul Kalam Azad"، در Islam and the Modern Age، ۲:۲۳ (مئی ۱۹۹۲ء)، ص ۱۲۸_۱۳۸_ ؛توقیر عالم، ''ترجمان القرآن اور ملت کے چند داخلی مسائل'' در 'مولانا آزاد بحیثیت مفسر قرآن'، ص ۷۱_۸۰_

۱۲۸_ دیکھیے: غلام رسول مہر،'' ترجمان القرآن - فضائل و محاسن'' در'ابوالکلام آزاد-ادبی وشخصی مطالعہ'(مرتبہ: افضل حق قرشی)، لاہور: الفیصل (۱۹۹۲ء)، ص ۴۴۷_۵۲۰؛ عالم خوند میری، ''ابوالکلام آزادی کی فکری زندگی'' در 'المعارف'(لاہور) ۳۸ : ۷، ۹(جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۲ء) ،ص ۱۳_ ۲۸؛ ریاض الرحمن خان شروانی،'' مولانا آزاد کی تفسیر قرآن کے امتیازات''، در 'معارف' (اعظم گڑھ) ۱۴۷: ۴ (اپریل ۱۹۹۱ء)، ص ۲۴۵_۲۶۷ ؛ آئی۔ ایچ۔آزاد فاروقی، The Tarjuman al-Qur'an:A Critical Analysis of Maulana Abul Kalam Azad`s Approach to the Understanding of the Qur'an، حوالہ مذکورہ؛ڈاکٹر سید عبداللطیف، ''ایک غیر مکمل شاہکار'' در' ابوالکلام آزاد-ادبی وشخصی مطالعہ، ص ۵۲۱_۵۳۶_

۱۲۹_ حالات زندگی اور علمی، ادبی وتصنیفی سرگرمیوں کے لیے ملاحظہ کیجئے: تحسین فراقی، عبدالماجد دریا بادی-احوال و آثار، لاہور:ادارہ ثقافت اسلامیہ (۱۹۹۳ء)_

۱۳۰_ فاضل مصنف نے قرآنیات پر چھ کتب (۱) الحیوانات فی القرآن (۲) ارض قرآن (۳) اعلام القرآن (۴) سیرت نبوی قرآنی (۵) بشریت انبیاء اور (۶)''مطالعہ قرآن بیسویں صدی میں'' تصنیف کی ہیں۔ آخر الذکر کتاب ہجرہ انٹرنیشنل، لاہور (۱۹۸۴ء) نے بھی شائع کی ہے_

۱۳۱_ تفسیر ماجدی کے امتیازات و خصائص اور اس کے اہم مباحث کے جائزہ کے لیے دیکھیے: محمد عمیرالصدیق، ''تفسیر ماجدی-ایک جائزہ''، در'علوم القرآن '(علی گڑھ) ۸: ۲ (جولائی_دسمبر ۱۹۹۳ء)، ص ۴۰_۵۹؛ حافظ نذر احمد، اشاریہ تفسیر ماجدی، لاہور: مسلم اکادمی(۱۹۷۱ء)، ص ۲_۳؛ سید ابوالحسن علی ندوی،'' مقدمہ ''تفسیر ماجدی ،کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۹۸ء)، ج ۱، ص ۱_۷ ؛ وہی مصنف، المسلمون فی الہند، ص ۴۳؛ عبداللہ عباس ندوی، ''تفسیر ماجدی کی خصوصیات اور اس کی انفرادیت''، در' تفسیر ماجدی'، ج۱، ص ۹۹۸_ ۱۰۰۸_

۱۳۲_ ازراہ مثال دیکھیے: تفسیر ماجدی ،ج۱ ،ص ۶۵_ ۶۶، ۶۹_ ۷۱، ۴۷۸_ ۴۷۹، ۵۰۵_ ۵۰۷_

۱۳۳_ مستشرقین کے خیالات پر نقد کے لیے بطور مثال دیکھیے: تفسیر ماجدی ، ج، ۱ ، ص ۱۶۷_ ۱۶۸، ۴۴۵_ ۴۴۸، ۴۷۷_ ۴۷۸، ۴۹۴_ ۴۹۵_

۱۳۴_ دیکھیے :اشاریہ تفسیر ماجدی،(مرتبہ: حافظ نذر احمد)_

۱۳۵۔ سید ابوالحسن علی ندوی، مقدمہ تفسیر ماجدی، ج۱،ص ۳۔

۱۳۶۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی کی انگریزی تفسیر The Holy Qur`an with English Translation and Commentry کے نام سے ۱۹۴۱۔۱۹۵۷ء کے عرصہ میں مختصر اجزاء میں شائع ہوئی جبکہ مکمل تفسیر مجلس نشریات اسلام، لکھنؤ کی طرف سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

۱۳۷۔ دیکھیے: اے۔آر۔قدوائی، English Translations of the Qur`an، حوالہ مذکورہ ،ص ۱۶۰؛ وہی مصنف: "Translating the Untranslatable: A Survey of English Translations of the Qur'an" در مسلم ورلڈ بک ریویو، ۷: ۴ (۱۹۸۷ء)، ص ۶۸؛ وہی مصنف، "Maulana Daryabadi and the Qur'anic Exegesis"، در Hamdard Islamicus، ۷: ۲ (جون ۱۹۸۵ء), ص ۶۳۔۷۵؛ سید سلیمان ندوی، شذرات،در معارف '(اعظم گڑھ) ۷۳: ۳ (مارچ ۱۹۵۴ء) ،ص ۱۶۴/ ۷۴: ۶ (دسمبر ۱۹۵۶ء)، ص ۴۰۳؛ عبداللہ عباس ندوی، تفسیر ماجدی کی خصوصیات اور اس کی انفرادیت، تفسیر ماجدی، ج ۱، ص ۹۹۸۔۱۰۰۸۔

۱۳۸۔ احوال و آثار اور علمی و تصنیفی سرگرمیوں کے لیے دیکھیے: محمد میاں صدیقی، تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، لاہور: مکتبہ عثمانیہ (۱۹۷۷ء)۔

۱۳۹۔ فہرست تصانیف کے لیے دیکھیے: کتاب مذکور، ص ۵۷۔۵۸، ۸۰۔۸۴؛ علم کلام پر ان کے حسب ذیل رسائل و کتب بطور خاص قابل ذکر ہیں: (۱) علم الکلام (۲) عقائد الاسلام (۳) اصول اسلام (۴) کلمہ اسلام (۵) خلاصۃ العقائد (۶) دلائل النبوۃ (۷) اثبات صانع عالم و ابطال دہریت (۸) خلافت راشدہ (۹) احسن الحدیث فی ابطال التثلیث (۱۰) اسلام اور نصرانیت (۱۱) پیام اسلام مسیحی اقوام کے نام (۱۲) حیات عیسیٰ (۱۳) مسک الختام فی ختم النبوۃ علی سید الانام (۱۴) اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف۔

۱۴۰۔ محمد ادریس کاندھلوی، اصول اسلام ،اسلام آباد: دعوۃ اکادمی (۱۹۹۰ء)، ص ۵۔۶

۱۴۱۔ 'سیرۃ المصطفیٰ' سیرت النبی پر ایک ایسی جامع تصنیف ہے جسے مکتبہ عثمانیہ لاہور نے شائع (۱۹۹۲ء) کیا ہے۔ اس میں منصب نبوت و رسالت، حقیقت وحی، عصمت انبیاء اور معجزات پر کلام کیا گیا ہے۔ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، آپؐ کے معجزات، جہاد اور غزوات، تعدد ازدواج، مسئلہ غلامی اور جزیہ جیسے مباحث پر بتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے متعلق مغربی مستشرقین، سرسید احمد خان اور علامہ شبلی نعمانی کے خیالات پر نقد کیا گیا ہے۔

۱۴۲۔ یہ تفسیر ۷ جلدوں میں مکتبہ عثمانیہ لاہور (۱۹۸۲ء) کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ سورۃ فاتحہ سے سورۃ الصافات تک (۵ جلدوں پر مشتمل) مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے قلم سے مولانا ادریس کاندھلوی سورۃ الصافات کی تفسیر مکمل کرتے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا، جس کے بعد ان کی اس تصنیف کی تکمیل کا بیڑہ ان کے فرزند محمد مالک کاندھلوی نے اٹھایا چنانچہ سورۃ ص سے اختتام قرآن تک بقیہ سورتوں کی تفسیر(۲ جلدوں ۶۔۷) انہی کے قلم سے ہوئی جو تکملہ معارف القرآن کے نام سے شائع ہوئی۔ تفسیر معارف القرآن کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: محمد سعد صدیقی، علم تفسیر میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی کی خدمات ،مقالہ برائے پی۔ایچ۔ ڈی۔شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

۱۴۳۔ مقدمہ معارف القرآن، ج۱۔

۱۴۴۔ معارف القرآن، ج ۱، ص ۴۸۸۔۴۹۲؛ ج۲، ص ۲۸۳۔۲۸۵، ۳۹۰۔۳۹۱؛ ج ۳، ص ۱۲۴۔ ۱۲۷، ۱۵۹۔۱۶۳۔

۱۴۵۔ معارف القرآن میں جابجا شیعہ کے عقائد اور مختلف اسلامی احکام و مسائل پر ان کے نقطہ نظر کو موضوع بنایا گیا ہے اور پھر قرآن و احادیث اور ائمہ سلف کی آراء کی روشنی میں ان کا رد کیا گیا ہے دیکھیے: مسئلہ میراث انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام وتحقیق مطالبہ حضرت سیدہ نساء فاطمۃ الزہرہ، ج ۱، ص ۲۳۔ ۲۵؛ ۴: ۶۸۵۔ ۶۸۶ ؛ تحقیق مسئلہ تحریم متعہ ۱: ۴۷۔ ۶۰؛ آیت ولایت و آیت اولی الامر سے شیعہ کا حضرت علی کی خلافت بلا فصل کا استدلال اور اس کا رد ۲:۳۵۵۔ ۳۶۲، ۳۶۵۔ ۳۶۸، ۳۷۷؛ ابطال تقیہ ج ۳: ص ۳۲۱۔ ۳۲۳؛ شیعہ اور حفاظت قرآن ۳: ۱۵۴۔۱۶۳؛ خلافت راشدہ اور شیعہ کے اعتراضات ۴: ۱۴۲۔۱۵۷؛ اہل السنّت سے کیا مراد ہے ۴: ۴۹۲۔۴۹۸۔فاضل مفسر نے معارف القرآن اور اپنی دیگر کتب میں شاہ ولی اللہ کی گرانقدر 'ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء' اور شاہ عبدالعزیز کی 'تحفۃ اثناء عشریۃ' سے شیعی عقائد کی تردید میں بھرپور استفادہ کیا ہے۔

۱۴۶۔ معارف القرآن، ۱: ۲۱۱۔ ۲۱۴؛ ۲۴۲۔۲۵۸؛ ۲: ۳۸۳۔۳۸۵۔

۱۴۷۔ معارف القرآن، ۱: ۲۱۹۔ ۲۲۳؛ ۲: ۴۳۲۔ ۴۳۸، ۵۰۲۔ ۵۰۳؛ ۳: ۴۰؛ ۴: ۳۸۳۔ ۳۸۴، ۶۷۶۔ ۶۸۱؛ ۵: ۴۹۲۔۴۹۸، ۵۱۴۔ ۵۱۷۔

۱۴۸۔ معارف القرآن، ۱: ۳۷۶۔ ۳۸۰۔

۱۴۹۔ معارف القرآن، ۱: ۴۱۹۔ ۴۲۰۔

۱۵۰۔ معارف القرآن ، ۱: ۳۶۵۔ ۳۶۸، ۲: ۳۲۹۔ ۳۳۰۔

۱۵۱۔ معارف القرآن، ۲: ۴۰۲۔ ۴۰۶۔

۱۵۲۔ معارف القرآن۔

۱۵۳۔ معارف القرآن ، ۲: ۱۰۱۔ ۱۰۵۔

۱۵۴۔ معارف القرآن، ۲: ۲۸۳۔ ۲۹۴، ۳۹۰۔ ۳۹۱، ۳: ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۱۷۹۔

۱۵۵۔ معارف القرآن، ۲: ۲۸۳۔ ۲۹۴، ۳: ۱۸۲، ۱۹۳۔۲۲۰۔

۱۵۶۔ احوال و آثار، علمی و ادبی و تصنیفی سرگرمیوں نیز افکار و خیالات اور جدید دنیائے اسلام پر ان کے اثرات کے جائزہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: خورشید احمد ظفر الحق انصاری،
Maulana Sayyid Abul A'la Mawdudi :An Introdution to His Vision of Islam and Islamic Revival در Islamic Perspectives، (مرتبہ: خورشید احمد ظفر الحق انصاری)، لیسٹر: اسلامک فاؤنڈیشن (۱۹۷۹ء)، ص ۳۵۹۔۳۸۳؛ وہی مصنفین،
"Maudoodi:End of an Epoch(An Appreciation of the life and Thoughts of Maulana Sayyid Abul A'la Maudoodi"، در Impact International (۲۲۔۲۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء)، ص ۸۔۱۰؛ ولی رضا نصر، Mawdudi and the Making of Islamic Revivalism، آکسفرڈ: آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، (۱۹۹۶ء)؛ Contemporary Religious Thoughts in Islam ، ص ۱۔۴۷

۱۵۷۔ سید ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، کراچی: مجلس نشریات اسلام کراچی (س۔ن)، حصہ دوم، ص ۳۰۰۔۳۰۳؛ وہی مصنف ، عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح، کراچی: مجلس نشریات اسلام (س۔ن)، ص ۲۰۔۲۱؛ حکیم

عبدالقوی دریا بادی، '' متکلم اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی''، در 'سید مودودی-مرد عصر و صورت گر مستقبل' (مرتبہ: تصدق حسین راجا)، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، (۱۹۹۶ء)، ص ۳۱۸-۳۲۲؛ ڈاکٹر سید عبداللہ، ''تحریک مدافعت دین میں سید مودودی کا مقام''، در 'سید مودودی-مرد عصر و صورت گر مستقبل'، ص ۱۵-۳۴؛ الطاف حسن قریشی،'' اندر کی جستجو''، در'روزنامہ جنگ'، لاہور ،(۲۴ دسمبر۲۰۰۱)، ص ۶؛ مناظر احسن،'' Mawlana Mawdudi`s Defence of Sunnah '' در Arabia: the Islamic World Review ،عدد ۲۶ (اکتوبر ۱۹۸۳ء)، ص ۴۴-۴۶۔

۱۵۸۔ دیباچہ تفہیم القرآن، لاہور: ادارہ ترجمان القرآن(۱۹۸۴ء)،ج۱ ، ص ۵-۶۔

۱۵۹۔ خورشید احمد، ''کتاب انقلاب (تفہیم القرآن)، ایک تاثراتی مطالعہ''، در ماہنامہ 'آئین' تفہیم القرآن نمبر ۱۱:۷ (۱۵ دسمبر ۱۹۷۲ء)، ص ۱۹-۳۲؛ سید مودودی بحیثیت مفسر، ص ۲۵-۵۰۔

۱۶۰۔ کلامی حوالے سے تفہیم القرآن کے جائزہ کے لیے دیکھیے: خالد علوی، سید مودودی بحیثیت مفسر، ص ۶۱-۷۲؛ خالد علوی و جمیلہ شوکت، مقدمہ 'اشاریہ تفہیم القرآن'،لاہور:ادارہ ترجمان القرآن(۱۹۹۳ء)، ص ۳۳-۳۴؛ خورشید احمد، دینی ادب بیسویں صدی میں، ج ۵، ص ۳۲۸-۳۴۱؛ وہی مصنف، ''کتاب انقلاب تفہیم القرآن-ایک تاثراتی مطالعہ''، درماہنامہ 'آئین' تفہیم القرآن نمبر (لاہور)، حوالہ مذکورہ، ص ۱۹-۳۲؛ وہی مصنف، "Tafheem al-Quran: A New Urdu Tafseer"، در Impact International(لندن) ،۳: ۷ (۲۴/اگست-۱۳ ستمبر ۱۹۷۳ء) ،ص ۷-۹؛ وہی مصنف ،دیباچہ، Towards Understanding the Holy Qur`an (انگریزی ترجمہ تفہیم القرآن)، لیسٹر:اسلامک فاؤنڈیشن، (۱۹۹۸ء)، ج۱، ص ۹-۱۸؛ ظفراسحٰق انصاری، Editor's Preface،در Towards Undrstanding the Holy Qur'an،حوالہ مذکورہ، ج۱، ص xix-xxi، ۵۵-۷۳ ؛ خالد بزمی،''تفہیم القرآن میں تقابل ادیان'' در' آئین' تفہیم القرآن نمبر،ص ۸۴-۹۴؛ ابراہیم اسماعیل نواب،

''A Matter of Love : Muhammad Asad and Islam در Islamic Studies، ۳۹:۲ (۲۰۰۰) ص۱۸۳-۱۸۴ حاشیہ نمبر ۵۵؛ مستنصر میر،

"Some Features of Mawdudi`s Tafhim Al-Qur`an"،

در American Journal of Islamic Social Sciences، ۲:۲ (۱۹۸۵ء)، ص ۲۳۳-۲۴۳؛ چارلس جے۔ایڈمز، Abu`l A`la Mawdudi`s Tafhim Al-Qur`an،

در Approaches to the History of the Interpretation of the Qur`an، (مرتبہ: Andrew Rippon) آکسفرڈ: کلارنڈن پریس (۱۹۸۸ء)، ص ۳۰۷-۳۲۳؛ حامد عبدالرحمٰن الکاف، ''تفہیم القرآن اور صاحب تفہیم القرآن'' در ماہنامہ 'ترجمان القرآن' (لاہور)، ۱۲۵: ۹ (ستمبر ۱۹۹۸ء) ،ص ۲۳-۳۸۔

۱۶۱۔ تفہیم القرآن میں مذکورہ مباحث کی تلاش کے لیے دیکھیے، خالد علوی و جمیلہ شوکت، ''اشاریہ تفہیم القرآن''۔

۱۶۲۔ عبدالحق انصاری ،'' کلامی مسائل میں مولانا مودودی کا مسلک'' ، در ماہنامہ 'ترجمان القرآن '(لاہور) ، ۱۲۴: ۹ (ستمبر ۱۹۹۷ء)، ص ۲۵-۳۲؛ وہی مصنف ''Mawdudi's Contribution to Theology''، در The Muslim World ، ۹۳:۳'۴(جولائی -اکتوبر ۲۰۰۳ء)، ص ۵۲۱ - ۵۳۲۔

۱۶۳۔ یہ بحثیں تفہیم القرآن میں جابجا پائی جاتی ہیں۔ دیکھیے: ''اشاریہ تفہیم القرآن''

۱۶۴۔ دیکھیے: ''تفہیم القرآن، ج ۴ (تفسیر سورۃ الاحزاب)، ص ۸۷۔ ۹۳، ۱۳۸۔ ۱۶۹۔
۱۶۵۔ دیکھیے :اشاریہ تفہیم القرآن۔
۱۶۶۔ دیکھیے:اشاریہ تفہیم القرآن۔ سید مودودی اور مطالعہ مسیحیت کے جائزہ کے لیے دیکھیے: Crescents on the Cross: Islamic Visions of Christianity ، حوالہ مذکورہ ، ص ۱۳۔۲۴۔
۱۶۷۔ تفہیم القرآن پر اعتراضات کے لیے دیکھیے: جمیل الرحمٰن پرتاب گڑھی، تفہیم القرآن کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ،کراچی: بیت التوحید(س۔ن)؛ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری، تقصیرات تفہیم،کراچی: زمزم پبلشرز(۲۰۰۰ء)؛مولانا محمد اسحٰق صدیقی،'' تفہیم القرآن پر ایک نظر''، در ماہنامہ' بینات '(کراچی)،۳۲: ۲ (مئی ۱۹۷۸ء)، ص ۹۔ ۲۴: ۳۳ :۱/ (جون ۱۹۷۸ء)، ص،۱۱۔۱۶/ ۳۳: ۳۔۴ (اگست۔ ستمبر ۱۹۷۸ء) ،ص،۱۳۔۱۹/ ۳۳: ۲ (نومبر ۱۹۷۸ء) ص،۶۔ ۱۶ ،ص ۴۷؛ مودودی صاحب اور ان کی تحریروں کے متعلق چند اہم مضامین، سہارنپور: کتب خانہ یحیوی ، مظاہر العلوم (س۔ن)؛ سید ابوالحسن علی ندوی، عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح؛ وحید الدین خان نے اپنے تنقیدی نقطہ نظر کا اظہار اپنی متعدد کتابوں، مثلاً 'تعبیر کی غلطی' ، 'دین کی سیاسی تعبیر 'اور 'فکر اسلامی کی تشکیل جدید'' میں کیا ہے۔ پاکستان میں یہ تینوں کتب دارالتذکیر ،غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ مزید دیکھیے: عبدالشکور، تفہیم القرآن علماء کی نظر میں، بنگلور: بنگلور بک ہاؤس (۱۹۷۷ء)؛ طلعت محمود بٹالوی، قرآن فہمی اور سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ ایک جائزہ، لاہور: مؤلف (۱۹۹۳ء)؛ عبدالوہاب خان قادری رضوی، مودودی عرفان فی تفہیم القرآن، لاہور: مکتبہ قادریہ (۱۹۸۰ء)، قاضی مظہر حسین، بسلسلہ رد مودودیت۔ مفتی محمد یوسف صاحب کے علمی جائزہ کا علمی محاسبہ، چکوال :تحریک اہل السنّت والجماعت (۱۹۷۶ء)؛ رفیع اللہ شہاب، احکام القرآن میں تحریف، لاہور: دوست ایسوسی ایٹس (۲۰۰۰ء)، ص ۱۷۔۳۳۰۔ قرآن کی بنیادی اصطلاح ''الدّین'' کے بارے میں سید مودودی، سید ابوالحسن علی ندوی اور مولانا سید احمد قادری کے خیالات کے تقابلی جائزہ کے لیے دیکھیے:کرسچن ڈبلیو۔ ٹرول، "The Meaning of Din: Recent Views of Three Eminent Indian Ulama" ، در Islam in India: Studies and Commentaries (مرتبہ: مؤلف)، نئی دہلی: وکاس پبلشنگ ہاؤس، (۱۹۸۲ء)، ج ۱، ص ۱۶۸۔۱۷۷۔
۱۶۸۔ دیکھیے: عامر عثمانی ،تفہیم القرآن پر اعتراضات کی علمی کمزوریاں، (مرتبہ:سید علی مطہر نقوی)، کراچی: مکتبہ الحجاز (۲۰۰۱ء)؛ ابن جنید قاسمی، مولانا علی میاں اور مولانا مودودی،دہلی: ادارہ شہادت حق (۱۹۸۱ء)؛ وحید الدین خان کے افکار کے تنقیدی مطالعہ کے لیے دیکھیے: مولانا عتیق احمد قاسمی، فکر کی غلطی، لاہور:مکتبہ تعمیر انسانیت (۱۹۹۱ء)؛ سید احمد قادری، عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح پر ایک نظر، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت (۱۹۷۹ء)؛ محمد اشفاق حسین، مولانا مودودی پر تنقیدوں کا جائزہ،حیدر آباد (دکن): مجلس احیائے توحید و سنت (۱۹۹۳ء)، حصہ اول؛ ابواطہر فاروقی، تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث کی کتاب ''فتنہ مودودیت ''پر ایک اور بے لاگ تبصرہ، جوہر آباد: ادارہ ادبستان (۱۹۷۷ء)۔
۱۶۹۔ احوال و آثار ،ذہنی وفکری رجحانات اور تصنیفات و تالیفات کے لیے ملاحظہ کیجئے: علامہ حمید الدین فراہی-حیات وافکار (مقالات فراہی سمینار)، سرائے میر(اعظم گڑھ): دائرہ حمیدیہ، مدرسہ الاصلاح (۱۹۹۲ء)؛ ابوسفیان اصلاحی، ''مولانا حمید الدین فراہی اور سید سلیمان ندوی'' در'فکر ونظر' ۳۸: ۳ (جنوری۔مارچ ۲۰۰۱ء)، ص ۶۹۔ ۹۵؛ شرف الدین اصلاحی، ذکر فراہی، لاہور: دارالتذکیر (۲۰۰۲ء)؛ سید سلیمان ندوی، یاد رفتگاں، ص ۱۱۰۔۱۳۲۔

۱۷۰۔ قرآنیات علامہ حمید الدین فراہی کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ اس موضوع پر ان کی مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تصانیف کی تعداد ۱۳ ہے۔ ان میں سے نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان، دلائل النظام، مفردات القرآن، اسالیب القرآن اور التکمیل فی اصول التاویل، ظاہر قرآن یعنی قرآن مجید کے الفاظ، اسالیب، اصول تاویل اور نظم کے دلائل پر ہیں اور دائرہ حمیدیہ، مدرسہ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کی طرف سے شائع ہوچکی ہیں۔ جبکہ دیگر سات کتب، تاریخ القرآن ؛حکمۃ القرآن ؛حُجج القرآن؛ القائد الی عیون العقائدا سباب النزول، الرسوخ فی معرفۃ الناسخ والمنسوخ، الرائع فی اصول الشرائع؛ احکام الاصول باحکام الرسول، وغیرہ جو کہ نا تمام رہ گئی تھیں، ان کے مسودات دائرہ حمیدیہ مدرسہ الاصلاح میں موجود ہیں۔ علامہ فراہی کی تصانیف اور ان کے موضوعات کے لیے دیکھیے: محمد اجمل اصلاحی، ''تصانیف فراہی کا غیر مطبوعہ سرمایہ''، در 'مقالات فراہی'، ص ۵۷۔۹۶ ؛ذکر فراہی، ص ۶۷۵۔۶۸۴۔

۱۷۱۔ دیکھیے:مقدمہ نظام القرآن، درُ مجموعہ تفاسیر فراہی' ،لاہور: فاران فاؤنڈیشن (۱۹۹۱ء)، ص ۲۷۔ ۶۲؛ اصول تفسیر (مرتبہ: خالد مسعود)، لاہور: ادارہ تدبر قرآن و حدیث(۱۹۹۹ء)؛ مزید مطالعہ کے لیے ملاحظہ کیجئے:مولانا محمد جلال الدین انصر عمری، ''مولانا فراہی کا طریق تفسیر''، در'مقالات فراہی سیمنار'، ص ۱۲۵۔۱۲۷۔

۱۷۲۔ 'نظام القرآن و تأویل الفرقان بالفرقان' قرآن مجید کی آخر کی چند متفرق سورتوں کی تفسیر ہے۔ اس میں قرآنی آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں قرآن کریم کے داخلی نظم (قرآن کریم کی تمام سورتیں اور آیات باہم انتہائی طور پر مربوط ومنظم ہیں۔ ہر آیت اور سورت کا اپنی سے ماقبل اور مابعد آیت اور سورت سے گہرا نظم و ربط پایا جاتا ہے) کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مولانا فراہی کے تصورنظم قرآن کے جائزہ کے لیے ملاحظہ کیجئے: محمد عنایت اللہ سبحانی، البرہان فی نظام القرآن، جدہ :دارالمجتمع للنشر والتوزیع(۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء)۔

۱۷۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی مفسر فراہی کے طرز استدلال کی بابت رقمطراز ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ (فراہی کی) کتاب کا ہر صفحہ اعلیٰ درجہ کی تحقیق سے لبریز ہے اور قرآن مجید کے معانی میں غوروخوض کرنے والوں کو تدبر کی نئی نئی راہیں دکھاتا ہے۔ آثار فطرت اور تاریخ سے قرآن کے استدلال کو علامہ مرحوم جس بالغ نظری کے ساتھ کھول کھول کر واضح کرتے ہیں اور اس کے ضمن میں جیسے جیسے لطیف نکات بیان کرتے ہیں، وہ ان کا خاص حصہ ہے'' (ادبیات مودودی، مرتبہ خورشید احمد، لاہور:اسلامک پبلی کیشنز ،۱۹۸۷ء، ص ۳۵۸۔

۱۷۴۔ متکلمین پر نقد کے لیے دیکھیے: مقدمہ نظام القرآن، ص ۲۷۔ ۳۲۔

۱۷۵۔ مقدمہ نظام القرآن، ص ۳۳۔۳۴، احادیث و روایات کے بارے میں مولانا فراہی کے نقطہ نظر کے لیے دیکھیے محمد اکرم ندوی، ''مولانا فراہی اور حدیث نبوی '' در 'معارف ' (اعظم گڑھ)، ۱۵۱: ۲ (فروری ۱۹۹۳ء)، ص ۸۵۔۱۵۳/۱۵۱: ۳ (مارچ ۱۹۹۳ء) ،ص ۱۶۵۔۱۷۴۔

۱۷۶۔ مولانا فراہی قرآن کی تفسیر میں دیگر آسمانی کتب وصحائف کے مطالعہ کو بھی اہمیت دیتے تھے (دیکھیے: مقدمہ نظام القرآن، ص ۳۹، ۴۴۔ ۴۵، ۵۲، ۵۴) انہوں نے اپنی تصنیفات میں مختلف مسائل میں اہل کتاب کے خلاف خود ان کی کتابوں سے حجت قائم کرکے حق کو واضح کیا ہے۔ سورۃ 'والتین' میں لفظ' التین' کی تحقیق اور' الرای الصحیح فی من ھو الذبیح' میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے ثبوت میں تورات سے استفادہ کی متعدد مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مولانا فراہی کے غیر مطبوعہ نامکمل مسودات میں 'الاکلیل فی شرح الانجیل' اور 'الطریف فی التحریف' نامی رسائل بھی شامل ہیں۔ اول الذکر میں اناجیل کی شرح پیش کی گئی ہے جبکہ مؤخرالذکر

میں تورات و انجیل کی تدوین اور اس کے مختلف نسخوں سے بحث کرکے ان کی تحریفات کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ [دیکھیے: ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی، ''مولانا حمیدالدین فراہی'' درُ مجموعہ مقالات فراہی سیمینار، ص ۴۷، ۵۰۔۱۵۔

۱۷۷۔ مولانا فراہی نے سورۃ الفیل کی تفسیر جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں بیان کی ہے۔ انہوں نے ابرہہ کے لشکر کی ہلاکت کا سبب تیز آندھی اور چیچک کو بتایا گیا ہے۔ دیکھیے: عبیداللہ فہد فلاحی، ''مولانا فراہی کی تفسیر نظام القرآن کا ایک مطالعہ'' در ششماہی 'علوم القرآن' (علی گڑھ) ،۶: ۱، ۲ (جنوری۔ دسمبر ۱۹۹۱ء) ،ص ۹۷۔ ۱۰۷۔

۱۷۸۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بڑے متوازن اور حقیقت پسندانہ انداز میں مجموعہ تفاسیر فراہی کے محاسن و کمالات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس میں موجود بعض علمی لغزشوں کی نشاندہی کی ہے: دیکھیے: سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''مطالعہ تفاسیر فراہی''، درُ ادبیات مودودی ' (مرتبہ :خورشید احمد)، ص ۳۴۷۔۳۵۱۔ مولانا فراہی کے مسلک کے تنقیدی و تحلیلی جائزہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: فیض احمد غزنوی، ''فراہی کی تفسیری فروگذاشت'' در 'صحیفہ اہل حدیث' (کراچی)، تین اقساط ج ۴۰: ۲۱ '۲۲' ۲۳ ؛ مولانا شبیر احمد میرٹھی در 'جامعۃ الرشادُ (اعظم گڑھ)، (اکتوبر۔نومبر ۱۹۸۵ء)؛ مفسر فراہی کی تفسیر سورہ فیل پر اعتراضات کے جواب کے لیے دیکھیے: مولانا نسیم ظہیر اصلاحی، ''مولانا فراہی کی تفسیر سورۃ فیل پر اعتراضات کا جائزہ'' در ماہنامہ 'اشراقُ (لاہور)، ۱۴: ۹ (ستمبر ۲۰۰۲ء)، ص ۲۳۔۴۴۔

۱۷۹۔ مولانا اصلاحی کے قلم سے نظام القرآن کا اردو ترجمہ 'مجموعہ تفاسیر فراہیُ کے نام سے، اور 'الرای الصحیح' کا' ذبیح کون ہے؟' کے نام سے جبکہ 'اقسام القرآن' کا خود اسی نام سے ترجمہ دائرہ حمیدیہ مدرسہ الاصلاح سے شائع ہوچکا ہے۔ فکر فراہی کی توضیح و تشریح میں مولانا اصلاحی کی طبع زاد کتب میں 'تدبر قرآنُ 'مبادی تدبر قرآن '، اور 'مبادی تدبر حدیث' قابل ذکر ہیں۔ یہ تینوں کتب فاران فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کی ہیں۔

۱۸۰۔ امین احسن اصلاحی، اصول فہم قرآن (مرتبہ: عبداللہ غلام احمد)، لاہور: ادارہ تدبر قرآن و حدیث (۱۹۹۹ء)، ص ۸۔۵۸۔

۱۸۱۔ مقدمہ تدبر قرآن، ج۱، ص...... ؛ تدبر قرآن، ج ۹، ص ۸ ۔ ۱۲۔

۱۸۲۔ دیکھیے: مقدمہ تدبر قرآن، ج ۱، ص، ج۴،ص۳۷۶۔ ۳۷۸/ ج۹، ص ۸۔۱۳: مولانا اصلاحی کے تصور نظم قرآن کے تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھئے: مستنصر میر، Coherence in the Qur`an :A Study of Islahi`s Concept of Nazm in Tadabbur-i- Qur`an ،انڈیانا پولس: امریکن ٹرسٹ پبلکیشنز(۱۹۸۶ء)؛ وہی مصنف۔ "Islahi`s Concept of Surah- Pairs" ، در The Muslim World ۷۳ :۱(جنوری ۱۹۸۳ء) ،ص ۲۲۔۳۲؛ اسرار احمد خان، " Coherence in the Qur`an: Principles and Applications" در Intellectual Discourse ، ۱۰:۱ (۲۰۰۲ء)، خصوصاً ص ۴۹۔۵۲۔

۱۸۳۔ امین احسن اصلاحی، ''خط بنام محمد احسن خان''، (۱۵ / اگست ۱۹۵۹ء)، در ماہنامہ 'تدبرُ (لاہور) مکاتیب اصلاحی نمبر، شمارہ نمبر ۶۱ (جولائی۱۹۹۸ء) ،ص ۲۰۔

۱۸۴۔ مولانا اصلاحی نے متکلمین مفسرین اور خصوصی طور پر امام فخر الدین رازی کے طرز تفسیر پر شدید تنقید کی ہے وہ امام رازی کی تفسیر 'مفاتیح الغیبُ کے متعلق رقمطراز ہیں: ''امام رازی کی تفسیر متکلمانہ نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے۔ کلامی بحثیں اس پر اس قدر حاوی ہوگئی ہیں اور اشعریت کی حمایت کے لیے امام صاحب نے قرآن مجید کو اس بے دردی کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ فہم قرآن کے لیے یہ کتاب نہ صرف یہ کہ کچھ مفید نہیں رہ گئی بلکہ نہایت

مضر بن گئی ہے'' (مبادی تدبر قرآن،لاہور: دارالاشاعت الاسلامیہ،۱۹۷۱ء، ص ٦٩)۔ متکلمین کے طرز تفسیر کے بارے میں مولانا اصلاحی کے نقطہ نظر کے لیے دیکھیے، مبادی تدبر قرآن ، ص ٦٩۔ ۷۲، ۷۳، ۷۷۔ ۸۱، ۸۷۔۸۸، ۱۶۳، ۱۶۴۔

۱۸۵۔ مولانا اصلاحی کی رائے میں قرآن کریم کی آیات : **یتلوا علیهم آیاتک ویعلمهم الکتاب والحکمة.....الخ** ، جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے (البقرہ: ۱۲۹) ؛ **یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة.........** جو اس کی آیتیں انہیں سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے (آل عمران: ۱۶۴)؛ **یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة........** جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے (الجمعۃ: ۲) اور اس طرح کی دیگر آیات میں حکمت کا لفظ دلیل اورحجت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد خاص طور سے قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے دلائل پر مشتمل ہے (مبادی تدبر قرآن، ص ۸۷۔۸۸)۔

۱۸۶۔ امین احسن اصلاحی، حقیقت شرک و توحید،لاہور: فاران فاؤنڈیشن (۱۹۹۱ء)، ص ۱۳۔۱۴، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ اس کتاب میں درحقیقت مولانا نے قرآنی علم کلام کے ماخذ کی نشاندہی کی ہے اور اس کے اصول و مبادی کی توضیح وتشریح کی ہے۔ دیکھیے: محمد رفیع مفتی، ''تصنیفات اصلاحی کا اجمالی تعارف'' در ماہنامہ'اشراق' (لاہور) ۱۰: ۱-۲ (جنوری۔ فروری ۱۹۹۸ء) ص ۱۵۷۔۱۵۹۔

۱۸۷۔ تدبر قرآن میں اتنی کثرت اور انتہائی شرح بسط کے ساتھ ان موضوعات پر کلام کیا گیا ہے کہ ان تمام مقامات و حوالہ جات کا احاطہ ان حواشی میں ممکن نہیں۔

۱۸۸۔ تدبر قرآن ، ج۱،ص ۴۵۲، ۵۱۸؛ ج۵،ص ۷۸ ، ج ۱،ص ۳۰۲۔

۱۸۹۔ تدبر قرآن، ج ۱،ص ۴۳۶۔ ۴۳۷، ۴۳۳، ٦۳۳۔

۱۹۰۔ تدبر قرآن، ج ۱، ص۵۲۸، ٦۳۳؛ ج۳، ص ۲۰۰، ۳۳۸۔۳۴۳۔

۱۹۱۔ تدبر قرآن؛ ج، ۵، ص۱۷۵؛ ج٦،ص ۴۹، ۴۰۱۔ ۴۰۲؛ج ۷،ص ۵٦۹۔ ۵٦۰؛ج ۸،ص ۲۴۔

۱۹۲۔ تدبر قرآن، ج ۴،ج۱، ص ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ص ۵۷۱، ٦۱۱۔

۱۹۳۔ تدبر قرآن، ج۱، ص ۵۳۸، ٦۷۰؛ ج۸، ص ۸۸۔

۱۹۴۔ تدبر قرآن، ج ۲، ص ۲۸۰، ج ٦، ص ۱۱۷۔۱۱۸۔ تدبر قرآن کے تنقیدی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: حافظ افتخار احمد، الشیخ امین احسن اصلاحی و منہجہ فی تفسیر تدبر قرآن ،مقالہ پی۔ایچ۔ڈی۔شعبہ علوم اسلامیہ۔ جامعہ اسلامیہ، بہاولپور؛ سید خورشید حسن رضوی ، ''تدبر قرآن جلد اول کا مطالعہ'' در سہ ماہی 'تحقیقات اسلامی'(علی گڑھ)، ۲۰:۱ (۲۰۰۱ء)، ص ۴۴۔ ۷۲؛ احکام القرآن میں تحریف، حوالہ مذکورہ، ص ۳۳۱۔ ۳۵۷۔

۱۹۵۔ مولانا امین احسن اصلاحی کے نظریہ حدیث وسنت کے تنقیدی جائزہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: حافظ صلاح الدین یوسف، ''مسلمات اسلامیہ سے انکار وانحراف کی راہ'' در ماہنامہ 'محدث'(لاہور)، ۳۳:۸ (اگست ۲۰۰۲ء)، ص۲۳۔۳۸؛ محمد امین، ''قرآن فہمی میں حدیث وسنت کا کردار۔ فکر اصلاحی کا ایک تجزیہ'' در ماہنامہ 'محدث'، ۳۳:۸،ص ۳۹۔۵۷؛ عبدالروف ظفر، ''مولانا امین احسن اصلاحی کا نظریہ حدیث'' در ماہنامہ 'محدث'، ۳۳: ۸، ص ۵۸۔۷۲۔؛ سہیل حسن، ''انتقادی مطالعہ۔ تدبر حدیث (دروس مولانا امین احسن اصلاحی)'' در 'فکرونظر' ۳۸: ۳

(جنوری۔ مارچ ۲۰۰۱ء)، ص ۱۰۳۔ ۱۱۶۔

۱۹۶۔ مولانا وحیدالزمان کا شمار برصغیر کے کثیر التصانیف علماء میں ہوتا ہے۔ انہوں نے تراجم و شروح صحاح ستہ کے علاوہ علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ اور عقائد و علم کلام جیسے متنوع موضوعات پر اٹھارہ (۱۸) کتب یادگار چھوڑی ہیں۔ مولانا موصوف کے حالات زندگی اور تصنیفات و تالیفات کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: وحیدالزماں، تذکرۃ الوحید (خود نوشت سوانح حیات)؛ مولانا عبدالحلیم چشتی، حیات وحید الزمان،کراچی:نور محمد کارخانہ کتب (س ن) ؛ سید عبدالحی الحسنی، نزہۃ الخواطروبھجۃ المسامع والنواظر،کراچی:نور محمد کارخانہ کتب(س،ن)، ج۸، ص ۵۱۳۔ ۵۱۶؛ مولانا عطاء اللہ حنیف، ''حضرت مولانا وحید الزمان مؤلف تبویب القرآن'' در 'تبویب القرآن'، لاہور: نعمانی کتب خانہ (س ن)، ص ۳۔۶؛ مبشر حسین لاہوری، ''مولانا وحید الزماں کا عقیدہ و مسلک'' در 'محدث' (لاہور) ،۳۵: ۱ (جنوری (۲۰۰۳ء) ، ص ۷۲۔۷۹۔

۱۹۷۔ مولانا وحید الزمان نے 'موضحۃ الفرقان' کے نام سے قرآن حکیم کا اردو میں ترجمہ کیا اور مختصر تفسیری حواشی تحریر کیے۔ جو 'تفسیروحیدی' کے نام سے گیلانی پریس، لاہور سے پہلی بار ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئے۔ تفسیر وحیدی، میں مصنف کی عقائد و علم کلام سے دلچسپی کا خوب اظہار ہوا ہے۔ موصوف نے عقیدہ توحید کی توضیح اور مشرکانہ عقائد و اعمال کی تردید کے علاوہ صفات الٰہیہ اور رؤیت باری تعالیٰ جیسے مسائل میں سلفی مسلک کی ترجمانی کی ہے۔ (دیکھیے: ص ۸، ۲۴، ۱۸۳، ۱۹۶، ۲۷۶، ۶۰۶، ۶۲۹، ۶۶۴، ۶۷۵، ۷۳۶، ۷۷۲) اور اس بارے میں اہل تاویل کے موقف کی تردید کی ہے۔ اس تفسیر میں مختلف اسلامی فرقوں خوارج (ص ۱۵۵، ۷۱۱)، قدریہ (ص ۱۷۵، ۳۵۷، ۵۷۳، ۶۱۸)، مرجئہ (ص ۱۹۴، ۷۷۵)، رافضیہ (ص ۴۵، ۹۴، ۶۶۸)، شیعہ (ص ۱۷۰، ۴۶۵) اور معتزلہ (ص ۶۶، ۹۶، ۱۷۹، ۱۸۵، ۲۰۰، ۳۵۷، ۶۱۸) کے عقائد کے علاوہ سرسید احمد خاں کے عقائد وخیالات (۹۸، ۶۵۰، ۶۸، ۷۶۸) اور منکرین حدیث (۱۱۸، ۱۳۱، ۶۸۳، ۷۱۰) کے نقطہ نظر کی تردید کی گئی ہے۔ صوفیاء کے خیالات اور اعمال و اشغال پر نقد (۳۴۱، ۴۵۴) بھی کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر یہو دو نصاریٰ کی مذہبی کتب سے عقیدہ توحید کے ثبوت میں استدلال (ص ۱۵۶) کیا گیا ہے۔ اسلام کے عقائد و احکام کے بارے مسیحی پادریوں کے اعتراضات کے جواب (ص ۵۰۱) دیئے گئے ہیں۔ اور مجوس (ص ۳۴۴) ہندوؤں کے عقائد (ص ۵۷۰، ۵۹۲) کا باطل ہونا بھی ثابت کیا گیا ہے۔ تفسیر وحیدی میں مولانا وحیدالزمان کا طریقہ محدثین وسلفیین کا ہے(دیکھیے: قرآن حکیم کے اردو تراجم،ص ۲۷۲۔ ۲۷۷)۔

۱۹۸۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ترجمہ وتفسیر قرآن ، حدیث و سیرت، فقہ اور تصوف و سلوک جیسے موضوعات کے علاوہ، فلسفہ اور علم کلام کو بھی اپنی نگارشات کا موضوع بنایا ہے۔ علم کلام پر ان کا رسالہ 'الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدۃ' (اردو) بطور خاص قابل ذکر ہے۔جس میں انہوں نے دینی عقائد کی بابت جدید تعلیم یافتہ افراد کے شکوک و شبہات کے ازالہ کی سعی کی ہے۔ مولانا تھانوی کے ایک مرید مولانا محمد مصطفیٰ خان بجنوری نے اس رسالہ کی تسہیل و تشریح کی ہے۔ ان دونوں کو ایک ساتھ'اسلام اور عقلیات' کے نام سے ادارہ اسلامیات لاہور نے شائع (۱۹۹۴ء) کیا ہے۔علم کلام میں مولانا اشرف علی تھانوی کے افکار و خیالات کے تحلیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے: مولانا عبدالباری ندوی، جامع المجددین- تجدید دین کامل،لاہور: المکتبہ الاشرفیہ (س۔ن)، باب' علم کلام' ، ص ۱۱۶۔ ۱۴۷ ؛ سعیدہ خاتون، "The Traditional Rationalism of Ashraf Ali Thanvi " در Iqbal Review (لاہور)، ۲۲: ۱ (اپریل ۱۹۸۱ء) ۳۳۔۴۴۔

۱۹۹۔ تفسیر بیان القرآن کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے دیکھیے: صلاح الدین ثانی، ''تفسیر بیان القرآن (مولانا اشرف علی تھانوی) ایک جائزہ'' در 'فکر و نظر' (اسلام آباد) ،۳۶: ۳، ۴ (جنوری- جون ۱۹۹۹ء) ص ۱۰۳- ۱۱۶ ؛عبدالقادر آزاد، مولانا اشرف علی تھانوی بطور مفسر-مقالہ برائے پی-ایچ-ڈی، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور؛ ریحانہ ضیاء صدیقی، مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، دہلی :نازیہ پرنٹرز(۱۹۹۱ء)۔

۲۰۰۔ علامہ شبیر احمد عثمانی [احوال و آثار، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور سیاسی سرگرمیوں کے لیے دیکھیے: انوارالحسن شیر کوٹی، حیات عثمانی،کراچی: مکتبہ دارالعلوم (۱۹۸۵ء)؛ وہی مصنف، تجلیات عثمانی، ملتان: ادارہ نشر المعارف(س-ن)] کو علم تفسیر و حدیث کے علاوہ علم کلام سے خاص لگاؤ تھا۔ انہوں نے اسلام کے عقائد کے بارے میں مغربی تہذیب و افکار سے متاثر افراد کے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کی غرض سے متعدد رسائل تصنیف کیے۔ علامہ موصوف کے کلامی رسائل (۱) اسلام کے بنیادی عقائد (۲) اعجاز القرآن (۳) المعراج فی القرآن (۴) الروح فی القرآن (۵) اسلام اور معجزات (۶) العقل والنقل۔ [بقول سید سلیمان ندوی ''علامہ عثمانی کا کلامی مضمون، ''العقل و نقل' گویا حامیان عقل کے اس علم کلام کا رد تھا جس میں خرق عادت کے وجود اور معجزات کے صدور پر ناک بھوں چڑھائی جاتی'' دیکھیے: یاد رفتگان، ص ۳۸۸۔] (۷) ہدیہ سنیہ، (۸) تحقیق الخطبہ (۹) سجود الشمس (۱۰) مسئلہ تقدیر اور الشہاب لرجم الخاطف المرتاب (جو پہلے الگ الگ لاہور اور ملتان سے شائع ہوئے تھے) کا مجموعہ 'تالیفات عثمانی' کے نام سے ادارہ اسلامیات، لاہور نے شائع (۱۹۹۰ء) کیا ہے۔ علامہ عثمانی کا یہ کلامی ذوق ان کی مشہور تصنیف 'فتح الملہم شرح صحیح مسلم' میں بھی نمایاں نظر (بالخصوص ایمانیات اور عبادات و احکام سے متعلق احادیث کی تشریح میں) آتا ہے۔ دیکھیے: محمود اشرف عثمانی، ''فتح الباری سے فتح الملہم تک'' در ماہنامہ 'البلاغ' (کراچی)، ۲۹: ۳-۴ (ستمبر-اکتوبر ۱۹۹۴ء)، ص ۷۵-۹۰؛زیتونہ بیگم شمس الدین، ''فتح الملہم شرح صحیح مسلم- دراسۃ تحلیلیۃ' در 'معارف اسلامی' (اسلام آباد)، ۱: ۱(جنوری- جون ۲۰۰۲ء) ، ص ۲۰۸-۲۰۹۔

۲۰۱۔ تفسیر عثمانی کے کلامی مباحث نیز سرسید احمد، ڈپٹی نذیر احمد خان، اور مولانا ابوالکلام آزاد کی تفاسیر سے تقابلی جائزہ کے لیے دیکھیے: تجلیات عثمانی، ص ۱۴۴- ۱۷۴؛ حیات عثمانی، ص ۲۸۷-۳۶۷؛ زیتون بیگم، ''تفسیر عثمانی'' در 'المیزان' (اسلام آباد)، شمارہ ۴، ص ۱۱۵- ۱۳۱-علامہ عثمانی کے تفسیر حواشی سے متعلق سید سلیمان ندوی (یاد رفتگان، ص ۲۹۷-۲۹۸)، محمد ادریس کاندھلوی (مقدمہ معارف القرآن، ج ۱) اور مولانا عبدالماجد دریا بادی (قرآن حکیم کے اردو تراجم ،ص ۳۰۸) نے بڑے تحسین آمیز خیالات کا اظہار کیا ہے۔

۲۰۲۔ یہ تفسیر دارالعلوم کراچی سے ۸ ضخیم جلدوں میں متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ سورہ الکہف تک ۵ جلدوں میں محمد حسن عسکری اور محمد شمیم کے قلم سے شائع (۱۹۹۶- ۲۰۰۱ء) ہو چکا ہے۔

۲۰۳۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری کی یہ تفسیر ضیاء القرآن پبلیکشنز، لاہور کی طرف سے ۵ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس تفسیر کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، ''اردو کی ایک تفسیر-ضیاء القرآن'' در'المعارف' (لاہور)۔ ۳۰:۴، ۵، ۶ (اپریل- جون ۱۹۹۷ء) ،ص ۸۱- ۸۹؛ محمد میاں صدیقی، ''تفسیر ضیاء القرآن'' در ماہنامہ 'ضیائے حرم' (بھیرہ)، ۳۲: ۷ (اپریل ۲۰۰۲ء)، ص ۳۵-۴۰ ؛ ہمایوں عباس شمس، ''تفسیر ضیاء القرآن'' در' المیزان' (اسلام آباد)، شمارہ ۸،۹، ص ۱۵۰-۱۵۹؛ افتخار الحسن میاں، ''تفسیر ضیاء القرآن-ایک مطالعہ'' در 'فکر و نظر' ،

۳۶:۳،۴ (جنوری-جون ۱۹۹۹ء) ص ۳۳۱-۳۳۲۔

۲۰۴۔ مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ قرآن اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے تفسیری حواشی (ایک ساتھ) مکتبہ القرآن (کراچی)، ضیاء القرآن پبلی کیشنز (لاہور) اور تاج کمپنی (لاہور و کراچی) سے متعدد بار شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کے تنقیدی جائزہ کے لیے دیکھیے: سید حامد میاں، ''فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن پاک'' در ماہنامہ 'بینات' (کراچی) ۳۶: ۲ (جنوری ۱۹۸۰ء)، ص ۵۱۔ ۵۶؛ قاری عبدالرشید، حضرت شیخ الہند اور فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ، لاہور:انجمن ارشاد المسلمین(۱۹۹۳ء)۔ مزید دیکھیے: "Sectarian and Ideological Bias in Muslim Translations of the Qur`an"، حوالہ مذکورہ، ص ۲۶۳-۲۶۵۔

۲۰۵۔ ان حواشی میں کثرت سے بریلوی مکتب فکر کے عقائد مثلاً :حضور انور نور ہیں، حضور انور حاضر و ناظر ہیں، حضور انور کو علم غیب دیا گیا ہے، بزرگوں کے تبرکات دافع بلاء ہیں، اولیاء اللہ مشکل کشا اور صاحب عطا ہیں، محبوبین بعد وفات مدد کرتے ہیں، بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور حلال ہے اگر اللہ کے نام پر ذبح ہو جائے، ذکر میلاد شریف سنت الٰہیہ ہے، انبیاء کرام کو بشر کہنا طریقہ کفار ہے ، وسیلہ اولیاء کرام ضروری ہے وغیرہ وغیرہ کے اثبات میں آیات قرآنی سے استدلال کیا گیاہے۔ تفسیر'خزائن العرفان فی تفسیر القرآن' کے کلامی مباحث کی مفصل فہرست' مطالب القرآن' کے نام سے اس کی حالیہ اشاعت (ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور (س-ن) میں شامل ہے۔ اس فہرست پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے صاحب تصنیف کے عقائد و خیالات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ مولانا نعم الدین مراد آبادی کے حالات زندگی، غیر اسلامی مذاہب کے مبلغین ، نیز اہل حدیث و دیوبندی مکاتب فکر کے علماء سے ان کے مناظروں کے لیے دیکھئے : محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان،گجرات :فضل نور اکیڈمی(۱۹۷۰ء)، ص ۳۲۰۔ ۳۲۸۔

۲۰۶۔ مفتی احمد یار خان کی ۱۱ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیرنعیمی کتب خانہ ، گجرات (۲۰۰۰ء) ،مکتبہ اسلامیہ، لاہور (س-ن) اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز ،لاہور (۲۰۰۱ء) نے شائع کی ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی کے احوال و آثار اور تصانیف کے لیے دیکھیے: محمد عبدالحکیم شرف قادری،تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور: فرید بک سٹال (طباعت دوم، ۲۰۰۰ء)، ص ۵۴۔ ۵۹ ؛ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ (بار دوم ۱۹۹۸ء)، ا: ۱۰۶۔ ۱۰۹۔

۲۰۷۔ سولہ جلدوں پر مشتمل اس تفسیر کو مکتبہ اسلامیہ گجرات (س-ن) نے شائع کیا ہے۔

۲۰۸۔ ۷ جلدوں پر مشتمل یہ تفسیر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کی طرف سے چھپ (۲۰۰۲ء) چکی ہے۔ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے احوال و آثار اور دینی و سیاسی سرگرمیوں اور تصانیف کے لیے دیکھیے: اکابر تحریک پاکستان،ص ۱۰۰-۱۰۴ ؛ محمد دین کلیم، مدینۃ الاولیاء،لاہور: تصوف فاؤنڈیشن(۲۰۰۱ء)، ص ۲۵۶۔ ۲۵۷؛ محمد اسحاق بھٹی، نقوش عظمت رفتہ، لاہور: مکتبہ قدوسیہ (۱۹۹۹ء)، ص ۴۹۰-۴۹۴؛ تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۴۲۲-۴۲۸؛ تذکرہ علمائے پنجاب، ج۳، ص ۶۰۶-۶۰۸۔

۲۰۹۔ مولانا حسین علی نے اپنی تفسیر 'بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان' میں مسئلہ الہ کی خوب توضیح و تشریح بیان کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے لفظ ''عبادت'' اور ''استعانت'' کے معنیٰ و مفہوم کی خوب تنقیح کی ہے۔ توحید کے بیان کے ساتھ ساتھ انہوں نے شرک اور اس کی اقسام یعنی شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی الدعا، شرک فعلی اور تحریمات غیراللہ کی وضاحت کے علاوہ ''مزعومہ معبود'' کی مختلف صورتوں کی نشاندہی کی ہے اور قرآنی

آیات کی روشنی میں ان کا باطل ہونا ثابت کیا ہے۔ مزید دیکھئے: صوفی عبدالحمید، فیوضات حسینی، گوجرانوالہ :ادارہ نشر واشاعت، نصرۃ العلوم (۱۹۶۶ء)؛ صفی الرحمٰن، مولانا حسین علی کی تفسیری خدمات، مقالہ برائے ایم، اے علوم اسلامیہ، لاہور:شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب۔

۲۱۰۔ مولانا غلام اللہ خان نے تفسیر 'جواہر القرآن' میں اپنے شیخ مولانا حسین علی کے اسلوب تفسیر کی پیروی کی ہے۔ 'بلغۃ الحیر ان'تفسیر جواہر القرآن کے لیے بمنزل اصل اور مآخذ کے ہے۔ دیکھیے: عبدالشکور ترمذی، ہدایۃ الحیر ان فی جواہر القرآن،سرگودھا: ثنائی پریس(۱۹۶۹ء)؛ ارشاد احمد گل، شیخ القرآن مولانا حسین علی کی تفسیری خدمات، مقالہ برائے ایم۔اے۔علوم اسلامیہ، لاہور: شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ، پنجاب (۱۹۸۵ء)۔ مسئلہ توحید کی تنقیح اور شرک اور اس کی جملہ اقسام کی تردید تفسیر جواہر القرآن کا اساسی موضوع ہے۔ علاوہ ازیں اس تفسیر میں حیات شہداء، حیات انبیاء علیہم السلام، مسئلہ شفاعت، مسئلہ وسیلۃ، مسئلہ سماع موتی، مسئلہ نذر و نیازات، مسئلہ نور بشریت اور مسئلہ علم الغیب جیسے موضوعات پر کثرت سے کلام کیا گیا ہے۔